مجموعہ رسائل

مسئلہ نور اور سایہ

صلاتُ الصفا۔ نفیُ الفیٔ۔ قمرُ التمام
ھُدی الحیران

امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۸) پاکستان

مجموعۂ رسائل ——— صلاۃ الصفا، تقریظ، نفی الفیٔ،
قمر التمام، ہدی الحیران

تصنیف ——— امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ

تقدیم ——— پروفیسر محمد مسعود احمد

تخریج ——— مولانا اظہار اللہ ہزاروی

کتابت ——— مولانا شاہ محمد چشتی سیالوی

زیرِ نگرانی ——— مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی

پروف ریڈنگ ——— اراکین شعبہ تصنیف و تالیف
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اشاعت ——— جمادی الثانیہ، جنوری ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء

مطبع ——— نصرت پریس لاہور فون ۶۸۱۹۳

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۸

قیمت ——— ۱۸/۰۰

ملنے کا پتا

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

فہرست

پیش لفظ — از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہٗ

صلات الصفا ———— ۵

تقریظ — مسئلۂ سایہ سے متعلق ———— ۴۱

نفی الفیئ ———— ۴۹

قمر التمام ———— ۷۱

ہدی الحیران ———— ۹۹

صلات الصفا فی نور المصطفیٰ

۱۳۲۹ھ

نورِ مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں
صفائی باطن کے انعامات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک در بارہ مسئلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد یا نور یا نور النور یا نورا قبل کل نور و نورا بعد کل نور یا من لہ النور و بہ النور ومنہ النور والیہ النور و ھو النور صل وسلم وبارک علٰی نورک المنیر الذی خلقتہ من نورک وخلقت من نورہ الخلق جمیعا وعلٰی اشعۃ انوارہ واٰلہ واصحبہ نجومہ واقمارہ اجمعین اٰمین۔

امامِ اجل سیدنا امامِ مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد اور امامِ اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاذ اور امامِ بخاری و امامِ مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنّف میں حضرت سیدنا و ابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

قال قلت یارسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقہ اللہ تعالٰی قبل الاشیاء قال یاجابر ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ فجعل ذٰلک النور یدور بالقدرۃ

حیث شاء اللہ تعالیٰ و لم یکن فی ذلک الوقت لوح و لا قلم و لا جنۃ و لا نار و لا ملک و لا سماء و لا ارض و لا شمس و لا قمر و لا جنی و لا انسی فلما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم و من الثانی اللوح و من الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول حملۃ العرش و من الثانی الکرسی و من الثالث باقی الملائکۃ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول السمٰوات و من الثانی الارضین و من الثالث الجنۃ والنار ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء الحدیث بطولہ

"یعنی وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان مجھے بتادیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی، فرمایا اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا، اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا، پھر جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا، پھر چوتھے کے چار حصے کئے، پہلے سے فرشتگانِ حاملِ عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے، پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کئے، الیٰ آخر الحدیث۔"

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی اجلّہ ائمۂ دین مثل

امام قسطلانی مواہبِ لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں؛ بالجملہ وہ تلقّی امت بالقبول کا منصبِ جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقیِ علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظۂ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی، کما بیناہ فی منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین۔ لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں فرماتے ہیں:۔

قد خلق کل شیئ من نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح [2]

"بے شک ہر چیز نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نور سے بنی جیسا کہ حدیث صحیح اس معنےٰ میں وارد ہوئی۔"

ذکرہ فی المبحث الثانی بعد النوع الستین من آفات اللسان فی مسئلۃ ذم الطعام

---

[1] علامہ حسین بن محمد دیار بکری : تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲

شاہ عبد الحق محدث دہلوی : مدارج النبوۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ج ۲ ص ۲

علامہ قسطلانی : مواہب مع زرقانی ج ۱ ص ۵۵

علامہ زرقانی : شرح مواہب ج ۱ ص ۵۵

علامہ فاسی : مطالع المسرات مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لائلپور ص ۲۲۱

[2] علامہ عبد الغنی نابلسی : الحدیقۃ الندیہ " " " ج ۲ ص ۳۷۵

نوٹ : علامہ ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں کہ حدیث ان اللہ خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ، ص ۲۸۹)

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے :-

قد قال الاشعری انہ تعالیٰ نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملائکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ وغیرہ فما فی معناہ [1]

"یعنی امام اجل امام اہل سنت سیدنا ابو الحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کرکے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی، اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں"

واللہ سبحٰنہ وتعالےٰ اعلم

مسئلہ ۲ از ٹانڈہ ضلع مرادآباد، مرسلہ مولوی الطاف الرحمٰن صاحب پیلپسانوی ۲۴ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نور محمدی کو نور خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرط صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمرو کہتا ہے یہ انفکاک ذات سے ہوا ہے، بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کر لینے کے ہوا ہے اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہب اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو برا نہیں جانتا اس میں چون وچرا بیجا ہے، بینوا توجروا۔

---

[1] علامہ فاسی : مطالع المسرات مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لائلپور ص ۲۶۵

الجواب

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا حضور پُر نور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا :۔

یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

"اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا"

ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب[1] وغیرہ من العلماء الکرام

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی فظیع بلکہ سخت تر امر کی طرف منجر ہے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اُس کی ذات سے جدا ہو کر مخلوق بنے اور قولِ زید میں لفظ " بشرطِ صحت " بُرے انکار دیتا ہے، یہ جہالت ہے، باجماعِ علماء دربارۂ فضائل صحتِ مصطلحۂ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصریح فرمائی، علاوہ بریں یہ معنٰے قدیمًا وحدیثًا تصانیف وکلماتِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور وملقّٰے بالقبول رہنے پر خود صحتِ حدیث کی دلیل کافی ہے فان الحدیث یتقوی بتلقی الائمۃ بالقبول کما اشار الیہ الامام الترمذی فی جامعہ وصرح بہ علماؤنا فی الاصول[2] ہاں اُسے باعتبارِ کُنہ کیفیت متشابہات سے کہنا وجہِ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ رب العزت جل وعلا، نہ اُس کے رسولِ اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ مولٰے تعالٰے نے اپنے نور سے نورِ مطہر سیدِ انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کیونکر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہو سکتی ہے اور یہی معنٰی متشابہات ہیں۔

بکر نے جو کہا وہ دفعِ خیال ضلال عمرو کے لئے کافی ہے، شمع سے شمع روشن ہو جاتی

---

[1] علامہ قسطلانی : مواہب مع زرقانی ج ۱ ص ۵۵

[2] ملا علی قاری : مرقاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ج ۳ ص ۹۸

ہے بلکہ اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہو کر یہ شمع بنے۔ اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نورِ شمس نے جس پر تجلی کی وہ روشن ہوگیا اور ذاتِ شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا، بلا شبہ طریق اسلم قولِ خالد ہے اور وہی مذہب ائمۂ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔
واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳: پیشِ نظر رہے یہ بات کہ میں کوئی عالم و فاضل نہیں ہوں کہ بحث و مباحثہ کا خیال درمیان میں آئے، فقط دریافت کرنے کی غرض سے فدویانہ لکھتا ہوں تاکہ میرے عقیدے میں جو کچھ غلطی ہو وہ صحیح ہو جائے، مجھ کو ایسا معلوم ہے کہ تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدا نے محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا ہے اور تمام مخلوقات پر ان کو بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ اگر یہ بات سچی ہے تو حدیث شریف کے معنے مجھ کو یوں معلوم ہیں، ملاحظہ فرمائیے گا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا جابر

ان اللہ خلق نور نبیک من نورہٖ۔

"فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اے جابر تحقیق اللہ تعالٰی نے بزرگ پیدا کیا ذات نبی تیرے کو۔"

مثال چراغ کی جو جناب نے فرمائی ہے اس میں مجھ کو شک ہے، چاہتا ہوں کہ شک دور ہو جائے مثال ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا اور دوسرے چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کئے گئے، پہلے اور دوسرے میں کچھ کمی نہیں آئی، یہ آپ کا فرمانا صحیح اور بجا ہے لیکن یہ سب چراغ نام اور ذات اور روشنی میں ہم جنس ہیں یا نہیں اور یہ سب مرتبہ برابر ہونے کا رکھتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام پاک ومنزہ پیدا ہوئے، بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰے عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے نور کے معنے فضل کے نہیں، مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو قرآنِ عظیم میں نورِ الٰہی کی مثال دی کمشکوٰۃ فیہا مصباح کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ ربِ جلیل یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا، جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کر دیتا ہے تو اُس نورِ الٰہی کا کیا کہنا۔ نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں چاند کا نور آفتاب کی ضیا سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ علم ہیأت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کی برابر نو سے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

مسئلہ از کلکتہ ۹ گووندچند دھرس لین، مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بنارسی، ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسولِ مقبول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہیں نورِ ذاتی سے یا نورِ صفاتی سے یا دونوں سے، اور نور کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جوابِ مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کر لوں لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ[1] الحدیث

---

[1] مسلم بن حجاج، امام : مسلم شریف مطبوعہ ملک سراج دین اینڈ سنز، لاہور ج۱ ص ۷۱

"تم میں سے کوئی آدمی برائی دیکھے تو اُسے چاہئیے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے بدل دے۔" (مرتب)

حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ذکرِ کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اللھم صل وسلم و بارك علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ ابداً، درود شریف کی جگہ فقط صاد یا عم یا صلعم یا صللم کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنے ہیں اور فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم میں داخل کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انہیں حکم تھا ایک اور لفظ سے بدل ڈالی فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون [1] " تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اُتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا " یوہیں تحریر میں القلم احد اللسانین بلکہ فتاوٰے تاتارخانیہ سے منقول کہ اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذ اللہ تخفیفِ شانِ نبوت بتایا، طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:-

یحافظ علی کتب علیہ الصلوٰۃ والسلام علی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یسأم من تکرارہ وان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا ویکرہ الرمز بالصلاۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلك کلہ بکمالہ و فی المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف وتخفیف الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کفر بلا شك ولعلہ ان صح النقل مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام و

---

[1] البقرہ پ ۱ ، آیت ۵۹

والشبهة اھ مختصرا [1]

"حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر درود وسلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگرچہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے، درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہئے، تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا، کافر ہو گیا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اگر یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہو گی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے ہاں احتیاط ابہام اور شبہ سے بچنے میں ہے۔" (مرتب)

اس کے بعد اصل مسئلہ کا جواب بعون الملک الوہاب لیجئے۔ نور عرفِ عامہ میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو قال السید فی تعریفات۔ النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا وبواسطتھا سائر المبصرات اور حق یہ کہ نور اس سے اجلٰی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

یہ جو بیان ہوا التعریف الجلی بالخفی ہے کما نبہ علیہ فی المواقف و شرحھا، نور بایں معنٰے ایک عرض وحادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزہ۔ محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر کما ذکرہ الامام حجۃ الاسلام الغزالی ثم العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب الشریفۃ، بایں معنٰے اللہ عزوجل نورِ حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے اور کریمہٗ اللہ نور السمٰوات والارض بلا تکلف و بلا تاویل اپنے معنٰے حقیقی پر ہے فان اللہ عزوجل ھوالظاھر بنفسہ

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار : علامہ طحطاوی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ج۱ ص۶

المظہر لغیرہ من السمٰوات والارض ومن فیھن و سائر المخلوقات
حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بلا شبہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ
"اے جابر بیشک اللہ تعالٰے نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔"

رواہ عبد الرزاق ونحوہ عند البیھقی۔

حدیث میں نورہ فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسمِ ذات ہے من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ وغیرہ نہ فرمایا کہ نورِ صفات سے تخلیق ہو، علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالٰے اِسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں (من نورہ) ای من نور ھو ذاتہ یعنے اللہ عزوجل نے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے یعنے اپنی ذات سے بلا واسطہ پیدا[1] فرمایا کما سیأتی تقریرہ۔ امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں۔

لما تعلقت ارادۃ الحق تعالٰی بایجاد خلقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من الانوار الصمدیۃ فی الحضرۃ الاحدیۃ ثم سلخ منھا العوالم کلھا علوھا و سفلھا[2]
"یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کا پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبۂ ذاتِ صرف میں حقیقتِ محمدیہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اُس سے

---

[1] علامہ زرقانی : زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۵۵
[2] علامہ قسطلانی : مواہب مع زرقانی ج ۱ ص ۳۳

تمام عالمِ علوی وسفلی نکالے :

شرح علامہ زرقانی میں ہے :-

و الحضرة الاحدية هي اول تعينات الذات و اول رتبها الذى لا اعتبار فيه لغير الذات كما هو المشار اليه بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كان الله ولا شيئ معه ذكره الكاشى [۱]

" یعنی مرتبۂ احدیت ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیر ذات کا اصلا لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے اِس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالے تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا ، اسے سیدی کاشانی قدس سرہ نے ذکر فرمایا "

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدثِ دہلوی ، مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :-

" انبیاء مخلوق اند از اسمائے ذاتیۂ حق و اولیاء از اسمائے صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفاتِ فعلیہ و سیدِ رسل مخلوق است از ذاتِ حق و ظہورِ حق در وے بالذات است " [۲]

" انبیاء اللہ کے اسماءِ ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسمائے صفاتیہ سے بقیہ کائنات صفاتِ فعلیہ سے اور سیدِ رسل ذاتِ حق سے اور حق کا ظہور بالذات ہے " (مرتب)

ہاں عینِ ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنے نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت

---

[۱] علامہ زرقانی : شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۳

[۲] شاہ عبدالحق محدثِ دہلوی : مدارج النبوہ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ج ۲ ص ۶۰۹

کے لئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو یا معاذ اللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کُل ذاتِ نبی ہو گیا، اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک و منزہ ہے۔ حضور سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خواہ کسی شے کو جزء ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین و نفس ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے۔

اس تخلیق کے اصل معنےٰ تو اللہ و رسول جانیں جل و علیٰ و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عالم میں ذاتِ رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں، حدیث میں ہے یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی "اے ابوبکر مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔" ذاتِ الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کسے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر میں کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرتِ حق عز جلالہ، نے تمام جہان کو حضور پُر نور محبوبِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا لولاک لما خلقت الدنیا[1] آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا لولا محمد ما خلقتک ولا ارضا ولا سماء[2] "اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو" تو سارا جہان ذاتِ الٰہی سے بواسطہ حضور صاحبِ لولاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں، لا انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استفاض الوجود من حضرۃ العزۃ ثم ھو افاض الوجود علیٰ سائر البریۃ کما تزعم کفرۃ الفلاسفۃ من توسیط العقول، تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ھل من خالق غیر اللہ "یہ بات نہیں کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کافر گمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اللہ

---

[1] علامہ زرقانی : شرح زرقانی ج۱ ص ۷۵

[2] امام محمد مہدی الفاسی : مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ص ۲۶۴

تعالیٰ ان ظالموں کے اس قول سے بلند و بالا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے
علاوہ بھی کوئی خالق ہو سکتا ہے۔" (مرتب)

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذاتِ الٰہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں، زرقانی شریف میں ہے۔

ای من نور ھو ذاتہ لا بمعنی انھا مادۃ خلق نورہ
منھا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلا واسطۃ شیئ فی وجودہ۔[1]

"یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے
جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے
نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔" (مرتب)

یا زیادہ سے زیادہ بغرضِ توضیح ایک کمال ناقص مثال یوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم وجمیل وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے ہوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کر سکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیتِ نور سے متکیف ہیں اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقّف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہوا، کیفیتِ نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذاتِ آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینۂ اوّل پر پڑا بعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے کہ آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہو گیا ہو، یونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اِس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار

---

[1] علامہ زرقانی : شرح زرقانی مواہبِ لدنیہ امام قسطلانی ج ۱ ص ۵۵

وغیرہ اشیاء، پر اُن کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اُسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطۂ وصول ہیں، ان کی حدِ ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور ظہور سے بھی حصہ نہیں رکھتے ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوآں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

یہ نظیر محض ایک طرح کی تقریبِ فہم کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہوا مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ورنہ کجا چراغ اور کجا وہ نورِ حقیقی و للہ المثل الاعلیٰ۔

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں بے اس کے کہ آفتاب خود آئینہ ہو گیا یا اُس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفسِ ذاتِ آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہِ جلال۔ باقی اشیاء سے کہ مثال میں بالواسطہ منور ہائیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فوق کل ظاہر ہے، آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصولِ نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتے کہ نفسِ وساطت بھی یکساں نہیں کما لا یخفیٰ و قد اشرنا الیہ۔

سیدی ابوسالم عبد اللہ عیاشی، ہم استاذ علامہ محمد زرقانی، تلمیذ علامہ ابوالحسن شبرالمسی اپنی کتاب "الرحلہ" پھر سیدی علامہ عشماوی رحمہم اللہ تعالیٰ جمیعاً شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:-

انما یدرکہ علیٰ حقیقتہ من عرف معنیٰ قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوات والارض و تحقیق ذٰلک علیٰ ما ینبغی لیس مما یدرک ببضاعۃ العقول ولا مما تسلط علیہ

الاوهام و انما یدرك بکشف الٰہی و اشراق حقہ من
اشعۃ ذٰلك النور فی قلب العبد فیدرك نور اللہ بنورہ و
اقرب تقریر یعطی القرب من فهم معنی الحدیث انہ لما
کان النور المحمدی اول الانوار الحادثۃ التی تجلی بہا النور
القدیم الازلی وهو اول التعینات للوجود المطلق الحقانی
وهو مدد کل نور کائن او یکون وکما اشرق النور الاول
فی حقیقتہ فتنورت بحیث صارت هو نورا اشرقت نور
المحمدی علی حقائق الموجودات شیئا فشیئا فهی تستمد
منہ علی قدر تنورها بحسب کثرۃ الوسائط وقلتها و عدمها
وکلما اشرق نورہ علی نوع من انواع الحقائق ظهر النور فی
مظهر الاقسام فقد کان النور الحادث اولا شیئا واحدا ثم
اشرق فی حقیقۃ اخری فاستنارت بنورہ تنورا کاملا بحسب
ما تقتضیہ حقیقتها فحصل فی الوجود الحادث نوران مفیض
ومفاض وفی نفس الامر لیس هناك الا نور واحد اشرق
فی قابل الاستنارۃ فتنور بتعدد ات المظاهر والظاهر واحد
ثم کذٰلك کلما اشرق فی محل ظهر بصورۃ الانقسام وقد
یشرق نور المفاض علیہ ایضا بحسب قوتہ علی قوابل اخر
فتنور بنورہ فیحصل انقسام اخر بحسب المظاهر وکلها
راجعۃ الی النور الاول الحادث اما بواسطۃ او بدونها قال
وهٰذا غایۃ ما اتصل الیہ العبارۃ فی هٰذا التقریر ومثل
فی قصر باعہ وعدم تضلعہ من العلوم الالٰهیۃ ان ادفی

التقريب حتى على واقرب مثال يضرب لذلك نور المصباح
تصبح منه مصابيح كثيرة وهو فى نفسه باق على ماهو عليه
لم ينقص منه شيئ واقرب من هذا المثال الى التحقيق
وابعد عن الافهام نور الشمس المشرق فى الاهلة والكواكب
على القول بان الكل مستنير بنوره وليس لها نور من ذاتها
فقد يقال بحسب النظر الاول ان نور الشمس منقسم فى
هذه الاجرام العلوية وفى الحقيقة ليس هذا الانورها
وهو قائم بها لم ينقص منه شيئ ولم يزايلها منه
شيئ ولكنه اشرق فى اجرام قابلة الاستنارة فاستنارت
واقرب من هذا للفهم ما يحصل فى الاجرام السفلية من
اشراق اشعة الشمس على الماء او قوارير الزجاج فيستنير
ما يقابلها من الجدران بحيث يلمح فيها نور كنور الشمس
مشرق باشراقه ولم ينفصل شيئ من نور الشمس عن محله
الى ذلك المحل ومن كشف الله حجاب الغفلة عن قلبه
واشرقت الانوار المحمدية على قلبه يصدق اتباعه له
ادرك الامر ادراكا اخر لا يحتمل شكا ولا وهما نسأل الله
تعالى ان ينور بنور العلم الالهى بصائرنا ويحجب عن
ظلمات الجهل سرائرنا ويغفر لنا ما اجترأنا عليه من
الخوض فيما لسنا له باهل ونسأله ان لا يؤاخذنا بما
تقتضيه العبارة من تقصير فى حق ذلك الجناب اه مختصرا

" اس کا ادراک حقیقۃً وہی شخص کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے کے ارشاد اللہ نور السمٰوات والارض کا معنیٰ جانتا ہے کیونکہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کر سکتے، اس کو تو صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جا سکتا ہے، پس" نور اللہ "کو اِس نور ہی کے ذریعے سے سمجھا جا سکتا ہے۔

حدیث کے معنے کو سمجھنے کے لئے قریب ترین یہ ہے

کہ نورِ محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کا وہی سب سے پہلا مظہر ہے اور وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نورِ اول چمکا اور منوّر ہوا تو اِس نورِ محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلا واسطہ یا واسطوں کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے مطابق چمک اٹھی اور تمام حقائق و اقسام اِس نور کی چمک سے اِس کے مظہر بن گئے، یوں وجود میں آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اس کی چمک سے دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اِس نور سے منوّر ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در نور بن گئے جبکہ وجود میں نور کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے والا حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک ہی ہیں یہ ایک حقیقی نور ہی قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے متعدد مظاہر میں ظاہر ہوتا ہے اور تمام اقسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے ان کو منوّر کرتا ہے جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ

یا بالواسطہ سب سے پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔

اس تقریر کے لیئے یہ انتہائی محتاط عبارت ہے جو علوم الہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد عبارت خطرناک ہو سکتی ہے۔ اس تقریر کی مناسب مثال وہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور اُن سیاروں میں منقسم ہو گیا ہے جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمکے اور سورج کی روشنی سے منور ہوئے۔

مزید سمجھ کے لیئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاؤں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہو جاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیونکہ براہِ راست دیوار پر سورج کا نور نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سورج سے جدا ہوا، اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے، جب اللہ تعالےٰ کسی کے قلب کو حجابِ غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوارِ محمدیہ سے منور ہوتا ہے تو پھر اِس کا ادراک ایسا کامل ہوتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منور فرمائے اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو

معاف فرمائے اور اس جناب میں ہماری عبارت کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے۔ آمین (مرتب)

اس تقریر منیر سے مقاصدِ مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوتے :-

اوّلاً یہ بھی روشن ہو گیا کہ تمام عالم نورِ محمدی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے کیونکر بنا، بے اس کے کہ نورِ حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصہ این و آں بنا ہو اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصے کئے، تین سے قلم و لوح و عرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصے کئے الیٰ آخرہ، یہ اس کی شعاعوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں پر منقسم نظر آئے گا حالانکہ آفتاب نہ منقسم ہوا نہ اس کا کوئی حصہ آئینوں میں آیا و اندفع ما استشکلہ العلامۃ الشبراملسی ان الحقیقۃ الواحدۃ لا تنقسم ولیست الحقیقۃ المحمدیۃ الا واحدۃ من تلک الاقسام و الباقی ان کان منہا ایضا فقد انقسمت و ان کان غیرہا فما معنی الاقسام وحاول الجواب وتبعہ فیہ تلمیذہ العلامۃ الزرقانی بان المعنی انہ زاد فیہ - لا انہ قسم ذلک النور الذی ھو نور المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ الظاھر انہ حیث ظھورہ بصورۃ مماثلۃ کصورۃ التی سیصیر علیہ لا یقسم الیہ والٰی غیرہ[1] اھ

وحاصل جوابہ کما قررہ تلمیذہ العیاشی ان معنی الانقسام زیادۃ نور علٰی ذلک النور المحمدی فیؤخذ ذلک الزائد ثم یزاد علیہ نور اخر ثم کذلک الٰی اخر الاقسام قال العیاشی وھٰذا جواب مقنع بحسب الظاھر والتحقیق واللہ تعالٰی اعلم وراء ذلک اھ ثم ذکر ما نقلنا عنہ انفا ورأیتنی کتبت علٰی ھامش الزرقانی ما نصہ -

---

[1] علامہ زرقانی : شرح مواہب ج ۱ ص ۵۵

اقول ثم فیہ منع لما یسمی النحو ان لا معنی لہ فان اذن لا یکون التخلیق من نورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو خلاف المنصوص و المراد اھ

اقول ویمکن الجواب بان المراد ان تعالیٰ کساہ شعاعا اکثر فما کان بشر فصل من شعاعہ شیئا وقسمہ کما تاخذہ الملٰئکۃ شیئا من الاشعۃ المحیطۃ بالکواکب فترمی بہ مسترقی السمع ویقال بذلک ان النجوم لھا ھجوم ولکن منع المولی تعالیٰ من ذٰلک التقریر المنیر ما اغنی عن کل تکلف وللہ الحمد وقد کان منح للعبد الضعیف ثم رأیت فی شرح العشماوی جزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن المسلمین خیرا کثیرا امین۔

"اِس (مذکورہ بالا تقریر) سے علّامہ شبراملسی کا اعتراض ختم ہوا (اعتراض) حقیقتِ واحدہ تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ حقیقتِ محمّدیہ اُن اقسام میں ایک قسم ہے اور اگر باقی اقسام اسی (حقیقت) سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہوگئی اور اگر باقی چیزیں اِس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب، پھر انہوں (علامہ شبراملسی) نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی شاگردِ رشید علّامہ شبراملسی نے ان کی اتباع کی۔ (جواب) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اِس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی صورتِ مثالی عطا کی جس پر حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تخلیق ہوئی تھی تو اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

ان کے جواب کا خلاصہ جیسے ان کے شاگرد علامہ عیاشی نے بیان کیا ہے کہ انقسام کا معنےٰ نورِ محمدی پر اضافے کے ہیں پھر اس زائد کو لے لیا اس پر ایک دوسرے نور کا اضافہ کیا۔ اسی طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔

عیاشی نے کہا کہ ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق
اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے۔ میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں کہ اس (عیاشی)
نے اِس مسئلہ میں اپنے شیخ شبر ملسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنٰے
بات ہے کیونکہ اِس صورت میں حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نور سے
تخلیق نہ ہوگی، یہ نص اور مراد کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں اِس کا جواب
یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی
پھر اس سے کچھ جدا کیا، پھر اُس کی تقسیم کی جیسے فرشتے ان شعاعوں میں سے
جو ستاروں کو محیط ہیں، لے کر چھپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں
اس لئے کہا جاتا ہے نجوم کے لئے رجوم ہے" (مرتب)

ثانیاً اقول یہ شبہہ بھی دفع ہو گیا کہ خلق میں کفار و مشرکین بھی ہیں، وہ محض ظلمت ہیں تو نورِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیونکر بنے اور بڑے نجس ہیں تو اُس نورِ پاک سے کیونکر مخلوق مانے گئے۔ وجہِ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور، جس نے خلعتِ وجود پایا ہے اس کے لئے تجلی آفتابِ وجود سے ضرور حصہ ہے اگرچہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو کما تقدم اور شعاعِ شمس ہر پاک و ناپاک جگہ پڑتی ہے، وہ جگہ فی نفسہٖ ناپاک ہے، اُس سے دھوپ ناپاک نہیں ہو سکتی۔

ثالثاً اقول یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جس طرح مرتبۂ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اُسی کے پرتوِ وجود سے موجود، یونہی مرتبۂ ایجاد میں صرف ایک ذاتِ مصطفٰے ہے، باقی سب پر اسی کے عکس کا فیضِ وجود، مرتبۂ کون میں نورِ احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبۂ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب ہے اور سارا جہان اُس کے آبگینے وفی ھٰذا اقول ؎

خالق کل الورٰی ربک لاغیرہ
نورک کل الورٰی غیرک لم لیس لسن

ای لم یوجد ولیس موجودا ولن یوجد ابدا۔

• کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے، آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے

اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔" (مرتب)

رابعاً اقول نورِ اَحدی تو نورِ اَحدی، نورِ احمدی پر بھی آفتاب کی یہ مثالِ منیر مثالِ چراغ سے احسن و اکمل ہے ایک چراغ سے بھی اگرچہ ہزاروں چراغ روشن ہو سکتے ہیں بے اِس کے کہ اِن چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے مگر دوسرے چراغ صرف حصولِ نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقا میں اس سے مستغنی ہیں، اگر انہیں روشن کر کے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کر دیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا نہ روشن ہونے کے بعد اُن کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے مع ہٰذا کسبِ نور کے بعد اُن میں اور اس چراغِ اوّل میں کچھ فرق نہیں رہتا سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نورِ محمدی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یونہی ہر شَے اپنی بقا میں اُس کی دستِ نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعدِ وجود بھی ہر آن اُسی کی مدد سے بہرہ یاب ہے پھر تمام جہان میں کوئی اُس کے مساوی نہیں ہو سکتا، یہ تینوں باتیں مثالِ آفتاب سے روشن ہیں، آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہنچ رہی ہے اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہی فوراً اندھیرے ہیں پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے، یہی حال ایک ذرّہ عالم عرش و فرش اور جو کچھ اُن میں ہے اور دنیا و آخرت اور اُن کے اہل اور انس و جن و ملک و شمس و قمر و جملہ انوارِ ظاہر و باطن حتیٰ کہ شموسِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا ہمارے آفتابِ جہاں تاب عالم تاب علیہ الصلاۃ والسلام من الملک الوہاب

کے ساتھ ہے کہ ہر ایک ایجاد و امداد و ابتداء و بقاء میں ہر حال ہر آن اُن کا دست نگر، اُن کا محتاج ہے وللہ الحمد۔ امامِ اجل محمد بوصیری قدس سرہ ام القریٰ میں عرض کرتے ہیں ؎

كيف ترقى رقيك الانبياء　　يا سماء ما طاولتها سماء
لم يساووك في علاك وقد حا　　ل سنا منك دونهم وسناء
انما مثلوا صفاتك للنا　　س كما مثل النجوم الماء [1]

"یعنی انبیاء حضور کی سی ترقی کیونکر کریں، اسے وہ آسمانِ رفعت جس سے کسی آسمان نے بلندی میں مقابلہ نہ کیا، انبیاء حضور کے کمالاتِ عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے حضور کی جھلک اور بلندی نے ان کو حضور تک پہنچنے سے روک دیا، وہ تو حضور کی صفتوں کی ایک شبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی دکھاتا ہے۔"

یہ وہی تشبیہ و تقریر ہے جو ہم نے ذکر کی وہاں ذاتِ کریم وافاضۂ انوار کا ذکر تھا لہٰذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفاتِ کریمہ کا بیان ہے لہٰذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔

مطالع المسرات شریف میں ہے:۔

اسمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم محي حيٰوة جميع الكون به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فهو روحه وحيٰوته وسبب وجوده وبقائه [2]

"حضورِ اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام پاک محیی ہے زندہ فرمانے والے اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقاء کے سبب ہیں۔"

اُسی میں ہے:

---

[1] امام محمد بوصیری: ہمزیہ مع شرحہا علامہ سلیمان جمل　مطبوعہ مصر　ص ۳-۴-۵

[2] علامہ فاسی: مطالع المسرات　مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور　ص ۹۹

هو صلی الله تعالیٰ علیه وسلم روح الاکوان وحیاتها وسر وجودها ولولاه لذهبت وتلاشت کما قال سیدی عبد السلام رضی الله تعالیٰ عنه ونفعنا به لاشیئ الا وهو به منوط اذ لولا الواسطة لذهب کما قیل الموسوط [1]

"رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تمام عالم کی جان و حیات و سببِ وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست و نابود ہو جائے کہ حضرتِ سیّدی عبد السلام رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اُس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔"

ھمزیّہ شریف میں ارشاد فرمایا ؎

کل فضل فی العٰلمین فمن فضل النبی استعارہ الفضلاء [2]

"جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اُس نے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کے فضل سے مانگے کو لی ہے۔"

امام ابنِ حجر مکی افضل القریٰ میں فرماتے ہیں :-

لانه الممد لهم اذ هو الوارث للحضرة الالٰهية والمستمد منها بلا واسطة دون غیره فانه لا یستمد منها الا بواسطته فلا یصل لکامل منها شیئ الا وهو من بعض مدده وعلیٰ یدیه [3]

---

[1] علامہ فاسی : مطالع المسرات مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لاہور ص ۹۹

[2] امام بوصیری : ہمزیہ شرح مطبوعہ مصر ص ۵۱

[3] علامہ فاسی : مطالع المسرات ص ۲۶۳

" تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ حضور ہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں بلا واسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مددِ الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی "

شرح سیّدی عثماوی میں ہے :-

نعمتان ماخلا موجود عنهما نعمة الايجاد ونعمة الامداد هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الواسطة فيهما اذ لولا سبقة وجوده ما وجد موجود ولولا وجود نوره فى ضمائر الكون لتهدمت دعائم الوجود فهو الذى وجد اولا وله تبع الوجود وصار مرتبطا به لا استغناء له عنه۔

" کوئی موجود دو نعمتوں سے خالی نہیں نعمتِ ایجاد و نعمتِ امداد اور ان دونوں میں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہو لیتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیلی اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں "

اِن مضامینِ جمیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوصِ جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنۃ المصطفےٰ فی ملکوت کل الورٰے" میں ہیں، وللہ الحمد۔

خامسًا ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیثِ مذکور میں نور نبیك کی اضافت بھی من نورہٖ کی طرح بیانیہ ہے سیّدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اظہارِ نعمتِ الٰہیہ کے لئے عرض کی واجعلنی نورا اور خود رب العزۃ عزّ جلالہ نے قرآنِ عظیم میں اُن کو نور فرمایا قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شبہہ!

اقول اگر نور سیدیت میں اضافت بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض وکیفیت ہے مراد لو تو سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اوّل مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت، پھر وجودِ موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن؟ لاجرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا فلاحاجۃ الٰی ما قال العلامۃ الزرقانی رحمہ اللہ تعالٰی من انہ لایشکل بان النور عرض لایقوم بذاتہ لان ھٰذا من خرق العوائد[1] اھ ورأیتنی کتبت علیہ لم لایقال فیہ کما ستقولون فی قرینۃ من نورہ ان الاضافۃ بیانیۃ اھ

اقول خرق العوائد لاکلام فیہ والقدرۃ متسعۃ ولٰکن وجود الصفۃ بدون الموصوف مما لایعقل لانہا ان قامت بغیرہ لم تکن صفۃ لہ بل لغیرہ او بنفسہا لم تکن صفۃ اصلا اذ الصفۃ الا المعنی القائم بغیرہ فاذا قام بنفسہ لم یکن صفۃ وعرضا بل جوھرا وکونہ عرضا مع قیامہ بنفسہ جمع للضدین القدرۃ المتعالیۃ عن التعلق بالمحالات العقلیۃ ووزن الاعمال بمعنی وزن الصحف والبطاقات کما فی حدیث احمد والترمذی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ وابن مردویہ واللالکائی والبیہقی فی البعث عن عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ سیخلص رجلا من امتی علٰی رأس الخلائق یوم القیٰمۃ فینشر علیہ تسعۃ وتسعین سجلا

---

[1] علامہ زرقانی: شرح مواہب اللدنیہ ج۱ ص۵۵۱

كل سجل مثل مد البصر ثم يقول اتنكر من هذا شيئا اظلمك كتبتي الحافظون فيقول لا يا رب فيقول افلك عذر قال لا يا رب فيقول بلى ان لك عندنا حسنة وانه لا ظلم عليك اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله فيقول احضر وزنك فيقول يا رب ما هذه البطاقة مع هذه السجلات فيقول انك لا تظلم قال فتوضع السجلات في كفة والبطاقة في كفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلا يثقل مع اسم الله شيء[1]

" تو اب علامہ زرقانی کے اِس قول کی حاجت نہ رہی اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہ نہیں ہے کیونکہ یہ خرقِ عادت ہے، میں نے اِس پر لکھا کہ یہ اعتراض کیوں نہ کیا جائے کہ آپ من نورہ میں اضافتِ بیانیہ نہیں مانتے، میں کہتا ہوں (احمد رضا خاں) کہ خرقِ عادت میں تو کوئی کلام نہیں اور خدا کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن صفت کا وجود بغیر موصوف کے سمجھ میں نہیں آسکتا (کیونکہ صفت کی دو ہی صورتیں ہیں (موصوف کے غیر کے ساتھ قائم ہو تو موصوف کی صفت نہ ہو گی بلکہ غیر کی ہو گی اور اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوئی کیونکہ صفت کہتے اسے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو، جب وہ قائم بنفسہا ہو تو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ وہ جوہر ہوئی اور یہ (کہنا) کہ عرض اور قائم بنفسہٖ بھی ہے تو یہ اجتماعِ ضدّین لازم آتا ہے (اور اجتماعِ ضدین باطل ہے) اور قدرتِ الٰہیہ محالاتِ عقلیہ سے متعلق نہیں ہوتی وزنِ اعمال (جو کہا جاتا ہے) بایں معنٰی ہے کہ کاغذ اور صحیفے

---

[1] ابو عیسٰے ترمذی ، جامع ترمذی ، باب الایمان مطبوعہ نور محمد، کراچی ص ۳۷۸

تولے جائیں گے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے جسے احمد، ترمذی، ابن حبان، حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، امام لالکائی اور بیہقی نے قیامت کی بحث میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی میری امت میں سے ایک شخص کو چن لے گا، پھر اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر حدِ نگاہ تک ہوگا، پھر اُسے کہا جائے گا تو اس سے انکار کرتا ہے یا میرے فرشتوں (کراماً کاتبین) نے تم پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا اے میرے رب، نہیں، اللہ فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندہ کہے گا نہیں، اللہ فرمائیگا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمۂ شہادت لکھا ہوگا، اللہ فرمائے گا جا! اس کا وزن کرا، بندہ عرض کرے گا کہ ان رجسٹروں کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ فرمائے گا تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ (جس پر کلمہ شریف لکھا ہوگا) چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔" (مرتب)

بالجملہ حاصلِ حدیث شریف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالٰے نے محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کو اپنی ذاتِ کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلّی بلا واسطہ ہمارے حضور ہیں باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں، صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وکرم،

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ از کلکتہ، مچھوا بازار، اسٹریٹ نمبر ۲۱، متصل چولیا مسجد،
مرسلہ حکیم اظہر علی صاحب، ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بحضورِ اقدس جناب مولانا مدظلہ العالی۔ یہ اشتہار ترسیلِ خدمت ہے، اگر صحیح ہو تو اس پر صاد کر دیا جاتے، والا جواب مفصل ترقیم فرمائیں والادب۔
اظہر علی عفی عنہ

نقل اشتہار

(ب) نہ دنی علما نور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا اللہ تعالے کا ذاتی نور یعنی جزءِ ذات یا عین ذات کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ پیدا کیا ہوا، نور مخلوق ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا ہے اول ما خلق اللہ نوری اول ما خلق اللہ القلم اول ما خلق اللہ العقل کذا فی تاریخ الخمیس و فی سر الاسرار اور ذاتی نور کہنے سے نورِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جزءِ ذات یا عین ذات یا ٹکڑا ذات خدائے تعالے کا کہنا لازم آتا ہے، یہ کلام کفر ہے اور نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ذاتی کے معنے اگر اصطلاحی لئے جائیں تو جزء خدا یا عین خدا یا ٹکڑا ذاتِ خدا کا ہونا لازم آتا ہے، یہی کلام کفر ہے اور عقائد بعض جہال کے یہی ہیں، اس سبب سے نور رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو نور ذاتی یا ذاتی نور یا اللہ تعالے کی ذات کا ٹکڑا نہ کہنا چاہئے، اگر نور رسول خدا صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو نورِ خدا یا نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا کہے تو کہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے اپنی کتاب سر الاسرار میں فرمایا ہے لما خلق اللہ تعالٰی روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولا من نور جمالہ اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے خلقت روح محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نور وجھی کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ما خلق اللہ روحی اول ما خلق اللہ نوری کہنا ایک چیز کو دوسرے کی طرف

اضافت کرنے سے جزء اُس کا یا عین اس کا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ مضاف و مضاف الیہ کے درمیان مغائرت شرط ہے چنانچہ بیت اللہ و ناقۃ اللہ و نور اللہ و روح اللہ، پس ثابت ہوا کہ نورِ رسولِ خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نورِ مخلوق خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا ہے، نورِ ذاتی یعنی اللہ تعالےٰ کی ذات کا ٹکڑا و جزو و عین نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

المشتہر: عبدالمہیمن قاضی علاقہ تھانہ بھٹو بازار وغیرہ کلکتہ

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نور بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی یعنی عینِ ذاتِ الٰہی سے پیدا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں تصریحاتِ علمائے کرام سے محقق کیا اور اس کے معنے بھی وہیں مشرح کر دیئے۔ حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نورِ رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ! ذاتِ الٰہی کا جز یا اس کا عین و نفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر و ارتداد ای ادعاء الجزئیۃ مطلقا والعینیۃ بمعنی الاتحاد ای ھو ھو فی مرتبۃ الفرق اما ان الوجود واحد والموجود واحد فی مرتبۃ الجمع والکل ظلالہ وعکوسہ فی مرتبۃ الفرق فلا موجود الا ھو فی مرتبۃ الحقیقۃ الذاتیۃ اذ لاحظ لغیرہ فی حد ذاتہ من الوجود اصلا جملۃ واحدۃ من دون ثنیا فحق ناصع لاشک فیہ مگر نورِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نورِ ذاتی کہنے سے نہ عینِ ذات یا جزءِ ذات ہونا لازم، نہ مسلمانوں پر بدگمانی جائز، نہ عرفِ عام علماء و عوام میں اس سے یہ معنے مفہوم، نہ نورِ ذات کہنے کو نورِ ذاتی کہنے پر کچھ ترجیح جس سے وہ جائز اور یہ ناجائز ہو۔

اوّلاً ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عینِ ذات یا جزءِ ماہیت ہو، خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے، علماء و عامہ کے عرفِ عام میں نہ یہ معنے مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، عام محاورہ میں کہتے ہیں یہ میں اپنے ذاتی علم سے کہتا ہوں یعنی کسی کی سنی سنائی نہیں۔ یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے یعنی چندہ وغیرہ مالِ غیر سے نہیں۔ ائمہ اہلِ سنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ

عینِ ذات نہیں، اللہ عزوجل کے علم و قدرت و سمع و بصر و ارادہ و کلام و حیات کو اس کی صفتِ ذاتی کہتے ہیں، حدیقۂ ندیہ میں ہے :۔

اعلم ان الصفات التی ھی لا عین الذات ولا غیرھا انما ھی الصفات الذاتیۃ الخ[1]

" بیشک وہ صفات جو اللہ تعالےٰ کی نہ عین اور نہ غیر ہیں، صرف وہ ذاتی صفات ہیں" (مرتب)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف، رسالہ "تعریفات" میں فرماتے ہیں :۔

الصفات الذاتیۃ ھی ما یوصف اللہ تعالیٰ بھا ولا یوصف بضدھا نحو القدرۃ والعزۃ والعظمۃ وغیرھا۔

" ذاتی صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ موصوف ہے اور اُن کی ضد سے موصوف نہیں جیسے قدرت، عزت، عظمت وغیرہا " (مرتب)

وجوبِ ذاتی و امتناعِ ذاتی و امکانِ ذاتی کا نام حکمت و کلام و فلسفہ وغیرہا میں سنا ہوگا یعنی ان الذات تقتضی لذاتہا الوجود او العدم۔ اوّلاً اِن میں کوئی بھی اپنے موصوف کا نہ عینِ ذات ہے نہ جزء، بلکہ مفہوماتِ اعتباریہ ہیں جن کے لئے خارج میں وجود نہیں کما حقق فی محلہ۔ یونہی اصلین اعنی علمِ کلام و علمِ اصولِ فقہ میں افعال کے حسنِ ذاتی و قبحِ ذاتی کا مسئلہ اور اس میں ہمارے ائمۂ ماتریدیہ کا مذہب سنا ہوگا حالانکہ بداہۃً حسن و قبح نہ عینِ فعل ہیں نہ جزءِ فعل۔ محقق علی الاطلاق تحریر الاصول میں فرماتے ہیں :۔

ما اتفقت فی الاغراض والعادات واستحق بہ المدح والذم فی نظر العقول لتعلق مصالح الکل بہ ھو المراد بالذاتی للقطع بان مجرد حرکۃ الید قتلا ظلما لا تزید حقیقتہا

---

[1] علامہ عبد الغنی نابلسی : حدیقہ ندیہ مکتبہ نوریہ رضویہ ج ۱ ص ۲۵۴

على حقيقته ما عد لا فلو كان الذاتی مقتضى لذ ت منحد
لانه مهما حسنا و قبحا فانه ما ير اد (اى بالذاتی) ما يجزم به
العقل لفعل من الصفة بمجرد تعلقه كائنا عن صفة نفس
من قام به فباعتبارها يوصف بانه عدل حسن او ضده اھ

ثانیاً ذاتی میں یائے نسبت ہے، ذاتی منسوب بہ ذات اور متغائرین میں ہر اضافت مصحح نسبت جو چیز دوسرے کی طرف مضاف ہوگی ضرور اس کی طرف منسوب ہوگی کہ اضافت بھی ایک نسبت ہی ہے، تو جب نورِ ذات کہنا صحیح ہے تو نورِ ذاتی کہنا بھی قطعاً صحیح ہوگا ورنہ نسبت ممتنع ہوگی تو نورِ ذات کہنا بھی باطل ہو جائے گا ھذا خلف۔

ثالثاً نورِ ذات کہنا جس کا جواز مانع کو بھی تسلیم ہے اس میں اضافتِ بیانیہ ہو یعنی وہ نور کہ عین ذاتِ الٰہی ہے تو معاذ اللہ نورِ رسالت کا عین ذاتِ الوہیت ہونا لازم آتا ہے پھر یہ کیوں نہ منع ہوا، اگر کہیئے یہ معنے مراد نہیں بلکہ اضافت لامیہ ہے اور اس کی وجہ تشریف جیسے بیت اللہ و ناقۃ اللہ و روح اللہ تو اسی معنے پر نورِ ذاتی میں کیا حرج ہے یعنی وہ نور کہ ذاتِ الٰہی سے نسبتِ خاصہ ممتازہ رکھتا ہے، شرح المواھب للعلامۃ الزرقانی میں ہے:۔

اضافة تشريف و اشعار بانه خلق عجيب و ان له
شانا له مناسبة ما الى الحضرة الربوبية على حد
قوله تعالىٰ و نفخ فيه من روحه [1]

"اضافت تشریفیہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عجیب مخلوق ہیں اور بارگاہِ ربوبیت میں آپ کو خاص نسبت ہے جیسے و نفخت فیه من روحی۔" (مرتب)

---

[1] علامہ زرقانی : شرح زرقانی ج ۱ ص ۵۵

رابعاً نورِ ذاتی میں اگر ایک معنے معاذ اللہ کفر ہیں کہ ذاتی کو اصطلاح فنِ الیا غوجی پر حمل کریں جو ہر گز قائلوں کی مراد نہیں بلکہ غالباً ان کو معلوم بھی نہ ہوگی تو نورِ ذات یا نور اللہ کہنے میں جن کا جواز خود مانع کو مسلم ہے عیاذ باللہ متعدد وجہ پر معانی کفر ہیں۔

ہم نے فتوائے دیگر میں بیان کیا کہ نور کے دو معنے ہیں، ایک ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ، بایں معنے اگر اضافت بیانیہ لیتو نورِ رسالت عینِ ذاتِ الٰہی ٹھہرے اور یہ کفر ہے اور اگر لامیہ لو تو یہ معنے ہوں گے کہ وہ نور کہ آپ بذاتِ خود ظاہر اور ذاتِ الٰہی کا ظاہر کرنیوالا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ دوسرے معنے کیفیت وعرض جسے چمک جھلک اجالا، روشنی کہتے ہیں، معنیٰ پر اضافت بیانیہ لو تو کفر عینیت کے علاوہ ایک اور کفر عرضیت عارض ہوگا کہ ذاتِ الٰہی معاذ اللہ ایک عرض وکیفیت قرار پائی اور اگر لامیہ لو تو کسی کی روشنی کہنے سے غالباً یہ مفہوم کہ یہ کیفیت اس کو عارض ہے جیسے نورِ شمس و نورِ قمر و نورِ چراغ یوں معاذ اللہ، اللہ عزوجل محلِ حوادث ٹھہرے گا، یہ بھی صریح ضلالت و گمراہی و منجرّ بہ کفرِ لزومی ہے، ایسے خیالات سے اگر نورِ ذاتی کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو نورِ ذات و نور اللہ کہنا چار درجے، حالانکہ ان کا جواز مانع کو مسلّم ہونے کے علاوہ نور اللہ تو خود قرآنِ عظیم میں وارد ہے:۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکٰفرون[1]۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکٰفرون[2]۔

"اللہ تعالٰی کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالٰی اپنے نور کو تام فرمانے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں"

(مرتب)

حدیث میں ہے اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ (مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور اللہ سے دیکھتا ہے)[1] (مرتب)

---

[1] القرآن، سورۃ الصف، آیت ۸ [2] القرآن توبہ ۳۲

خامسًا مضاف و مضاف الیہ میں اگر مغائرت شرط ہے تو منسوب و منسوب الیہ میں کیا شرط نہیں۔

سادسًا بلکہ اس طور پر جو مانع نے اختیار کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سب سے پہلے مخلوقِ الٰہی نہ رہیں گے، دو چیزیں حضور سے پہلے مخلوق قرار پائیں گی اور یہ خلافِ حدیث و خلافِ نصوصِ ائمۂ قدیم و حدیث۔ حدیث میں ارشاد ہوا یاجابر ان اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ "اے جابر! اللہ تعالےٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا" یہاں دو اضافتیں ہیں، نورِ نبی و نورِ خدا، اور مشتہر کے نزدیک اضافت میں مغائرت شرط ہے تو نورِ نبی غیرِ نبی ہوا اور نورِ خدا غیرِ خدا اور غیرِ خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نورِ خدا مخلوق ہوا اور اس نور سے نورِ نبی بنا تو ضرور نورِ خدا نورِ نبی سے پہلے مخلوق تھا اور نورِ نبی باقی سب اشیاء سے پہلے بنا اور اشیاء میں خود نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بھی ہیں تو نورِ نبی، نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پہلے بنا اور اس سے پہلے نورِ خدا بنا تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے دو مخلوق پہلے ہوئے، یہ محض باطل ہے۔

سابعًا حل یہ ہے کہ ایسا عوجی ہیں ذاتی مقابلِ عرضی ہے بایں معنٰے اللہ عزوجل نورِ ذاتی و نورِ عرضی، دونوں سے پاک و منزّہ ہے مگر وہ یہاں نہ مراد نہ مفہوم اور عام محاورہ میں ذاتی مقابل صفاتی و اسمائی ہے اور یہاں یہی مقصود، بایں معنٰے اللہ عزوجل کے لئے نورِ ذاتی و نورِ صفاتی و نورِ اسمائی سب ہیں کہ اس کی ذات و صفات و اسماء کی تجلّیاں ہیں، نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تجلّیٔ ذات اور انبیاء و اولیاء و سائر خلق اللہ تجلّیٔ اسماء و صفات ہیں جیسا کہ ہم نے فتوائے دیگر میں شیخ محقق سے نقل کیا، رحمہ اللہ تعالےٰ، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہٖ وسلم۔

تقریظ

یہ تقریظ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے مولانا حبیب علی علوی کے رسالہ پر لکھی تھی، بریلی کے ذخیرۂ مسوّدات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پورنپوری نے ۸ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کو نقل کی۔ یہ نقل محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ذخیرۂ کتب سے راقم کو ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو دستیاب ہوئی جو پیشِ نظر مجموعۂ رسائل میں شامل کی جا رہی ہے۔

اس مجموعہ میں حضورِ انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نورانیت کے موضوع پر ایک، اور سایہ نہ ہونے کے موضوع پر تین رسائل شامل ہیں۔

محمد عبدالقیوم قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد فقیر غفرلہ المولی القدیر نے فاضل کامل عالم عامل حامی السنۃ ماحی الفتنۃ مولٰنا مولوی حبیب علی صاحب علوی ایدہ اللہ تعالٰی بالنور العلوی کی یہ تحریر منیر مطالعہ کی فجزاہ اللہ عن نبیہ المصطفٰی الجزاء الاوفٰی۔

مسئلہ بحمد اللہ تعالٰی واضح و مکشوف اور مسلمانوں میں مشہور و معروف ہے، فقیر کے اس میں تین رسائل ہیں :

(۱) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلٰی اٰلہ الصلوٰۃ والسلام۔

(۲) نفی الفیئ عمن انار بنورہ کل شیئ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن شمس الاکوان علیہ الصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان۔

یہاں جناب مجیب مصیب سلمہ القریب المجیب کی تائید میں بعض ائمہ کرام علمائے اعلام کا اضافہ کروں۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ خصائص الکبریٰ شریف میں فرماتے ہیں

باب الآیۃ فی انہ لم یکن یرٰی لہ ظل۔ اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض لانہ کان نورا فکان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل قال بعضہم ویشہد لہ حدیث، قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا۔

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب (خصائص الکبریٰ) صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا وقال رزین لغلبۃ انوارہ۔

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالےٰ افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں زیر قولِ ماتن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؎

لم یعدلوک فی علاک وقد حا ۔۔۔ ل سنامنک دونہم سنا

فرماتے ہیں مقتبس من تسمیتہ تعالیٰ لنبیہ نورا فی نحو قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین، وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر الدعاء بان اللہ یجعل کلا من حواسہ واعضائہ وبدنہ نورا اظہارا لوقوع ذٰلک وتفضل اللہ تعالیٰ علیہ بہ لیزداد شکرہ وشکر امتہ علیٰ ذٰلک کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر البقرۃ مع وقوعہ وتفضل اللہ تعالیٰ بہ لذٰلک ومما یؤید انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صار نورا انہ کان اذا مشٰی فی الشمس والقمر لا یظہر لہ ظل لانہ لا یظہر الا لکثیف وھو صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم قد خلصہ اللہ تعالیٰ من سائر الکثافات الجسمانیۃ وصیرہ نوراً صرفاً لا یظہر لہ ظل اصلاً۔ ملا کرسلیمان جمل شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں لم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل یظہر فی شمس ولا قمر۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری، کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم میں لکھتے ہیں لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الارض ولا یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر بعینہٖ اسی طرح نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار میں ہے۔ علامہ سیدی محمد زرقانی شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں لم یکن لہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ کان نوراً کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ وقیل حکمۃ ذٰلک صیانتہ عن ان یطأ کافر ظلہ، رواہ الترمذی عن ذکوان ابی السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولیٰ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وکل منہما ثقۃ من التابعین فہو مرسل لکن روی المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔ فاضل محمد بن صبان اِسعاف الراغبین میں ذکر خصائص نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم میں لکھتے ہیں وانہ لا فیئ لہ۔ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں ؎

چوں فنا ش از فقر پیرایہ شود ۔ او محمد وار بے سایہ شود (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی قدس سرہٗ اس کی شرح میں فرماتے ہیں : در مصراع ثانی اشارہ بمعجزۂ آں سرور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم است کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد

یہاں اس مسئلۂ مسلّمہ کے منکر وہابیہ ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کے غلام اور اسمٰعیل کو غلامی حضرت مجدد کا ادّعاء اور حضرت شیخ مجدد جلد ثالث مکتوبات مکتوب صدم میں فرماتے ہیں" اورا

صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود و در عالمِ شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر ست و چوں لطیف ترے از وے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد علیہ و علٰی آلہ الصلوات والتسلیمات۔"

اسی کے مکتوب ۴۴ امیں فرمایا" واجب را تعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید مثل ست و منبئ شائبہ عدم کمال لطافت، اصل ہر گاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد اھ جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔"

اقول مطالع المسرات شریف میں امام اہلِ سنت سیدنا امام الوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملٰئکۃ شرر تلک الانوار۔ پھر اس کی تائید میں حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ جب ملائکہ کہ حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، سایہ نہیں رکھتے تو حضور کہ اصل نور ہیں جن کی ایک جھلک سے سب ملک بنے، کیونکر سایہ سے منزہ نہ ہوں گے۔ عجب کہ ملٰئکہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنے، بے سایہ ہوں اور مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ نورِ الٰہی سے بنے، سایہ رکھیں۔

حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کے سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندکیاں نور کی سائے کے اندر نظر آتی ہیں، ملائکہ تو لطیف تر ہیں، مار کے لئے سایہ نہیں بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالم نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے، اِس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہ ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین بھی جبکہ دھوپ کسی بند مکان میں روزن سے داخل ہو ان میں کسی کے سایہ نہیں، یہ سب تو قبول کرلیں گے مگر

محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے تنِ اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور کیلئے سایہ نہ تھا، جانے دو، یہاں ان ذروں کی لو رجانوروں کی باریکی جسم کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہو گے؟ اتنا بڑا جسم عظیم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے، سارے کُرۂ زمین سے تین سو چھتیس حصے بڑا ہے اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمہیں دن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے یہی پہلا آسمان ہے، قرآنِ عظیم یہی بتاتا ہے قال تعالیٰ افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنینھا وزینھا ومالھا من فروج "کیا نہیں دیکھتے اپنے اوپر آسمان کو ہم نے اسے کیسا بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کہیں شگاف نہیں اور فرماتا ہے وزینھا للنظرین" ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا"

اور اگر فلاسفۂ یونانی کی فضلہ خوری سے یہی مانئے کہ جو نظر آتا ہے فلک نہیں کرۂ بخار ہے جب بھی ہمارا مطلب حاصل کہ اتنا بڑا جسم عظیم عنصری سایہ نہیں رکھتا، اسے آسمان کہو یا کرۂ بخار، ہیاَتِ جدیدہ کا کفر اوڑھو کہ آسمان کچھ ہے ہی نہیں، یہ جو نظر آتا ہے محض موہوم و بے حقیقت حد نگاہ ہے تو ایک بات ہے مگر آسمانی کتاب پر ایمان لا کر آسمان سے انکار ناممکن،

غرض جب دلیلِ قاہر سے ثابت کہ جسمِ عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں، تو نیچریوں کی طرح خلافِ نیچر ہونے کا جو بہانہ استبعاد تھا وہ اوڑھ لیا، پھر کیا وجہ کہ ائمہ کرام طبقۃً فطبقۃً جو فضیلت ہمارے حبیبِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے نقل فرماتے اور مقبول و مقرر رکھتے آئے اور عقل و نقل سے کوئی اس کا دافع نہیں، تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں چون وچرا برتی جائے اسے سوائے مرض قلب کے کیا کہئے، محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فضائل کو بیمار دل گوارا نہیں کرتا یشرح صدرہ للاسلام کی دولت نہ ملی کہ اللہ تعالےٰ اس کا سینہ قبول و تسلیم کے لئے کھول دیتا، ناچار یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کی آڑے آتی، دل تنگ ہو کر گورِ کافر کے مثل ہو جاتا اور فضیلت کا منکر کلیجہ چار چار اچھلتا

گویا آسمان کو چڑھا جاتا ہے" کذٰلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لایؤمنون

والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

کتبہ

الفقیر محمد ابراہیم شاہدی پورنپوری غفرلہٗ مؤرخہ ۸ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ

(منقول از مسودات اعلیحضرت امام اہلِ سنت مولانا مولوی حافظ قاری احمد رضا خاں صاحب بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ عنا)

نفی الفیٔ عمن استنار بنورہ کل شیٔ

۹۶ ھ ۱۲

اس ذات اقدس کے سائے کی نفی
جس کے نور سے ہر مخلوق منور ہوئی

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ الذی خلق قبل الاشیاء نور نبینا من نورہ و فلق الانوار جمیعا من لمعات ظہورہ فہو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور الانوار و ممد جمیع الشموس و الاقمار سماہ ربہ فی کتابہ الکریم نورا و سراجا منیرا فلولا انارتہ لما استنارت شمس ولا تبین یوم من امس و لا تعین وقت للخمس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی المستنیرین بنورہ المحفوظین عن الطمس جعلنا اللہ تعالیٰ منہم فی الدنیا ویوم لا یسمع الا ھمس۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیلئے سایہ تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

بے شک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء، ماہِ منیرِ اجتباء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوالِ علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و جہابذ فضلاء مثل حافظ رزین محدث و علامہ ابنِ سبع صاحبِ شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰے و امام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ و علامہ حسین بن محمد دیار بکری و اصحابِ سیرتِ شامی و سیرتِ حلبی و امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی و امام شمس الدین ابو الفرج ابنِ جوزی محدث صاحب کتاب الوفاء و علامہ شہاب الحق و الدین خفاجی صاحبِ نسیم الریاض و امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہب لدنیہ و منح محمدیہ و فاضلِ اجل محمد زرقانی مالکی

شارح مواہب شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الفِ ثانی فاروقی سرہندی وبحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی وشیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہم اجلۂ فاضلین ومقتدایان کہ آجکل کے مدعیانِ خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں، خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اِس کی تصریح کرتے آئے اور مفتیٔ عقل وقاضیٔ نقل نے باہم اتفاق کرکے اس کی تاسیس وتشیید کی :-

فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظل فی شمس ولا قمر [1]

یعنی "سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں"

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابنِ جوزی محدث رحمہما اللہ تعالےٰ حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں :-

قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع السراج قط الا غلب ضوؤہ علی ضوء السراج [2]

یعنی "رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوتے آفتاب کے سامنے مگر یہ کہ ان کا نورِ عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابشِ نور نے اس کی چمک کو دبا لیا"

امام علامہ حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کتاب خصائصِ کبریٰ میں

---

[1]

[2] ابنِ جوزی   کتاب الوفاء   ج ۲   ص ۴۰۷   مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ

اِس معنے کے لئے ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیثِ ذکوان ذکر کر کے نقل کیا :-

قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا[1]

یعنی" ابنِ سبع نے کہا حضور کے خصائصِ کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نورِ محض تھے تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا، بعض علماء نے فرمایا اور اس کی شاہد ہے وہ حدیث کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کر دے۔"

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم باب ثانی فصلِ رابع میں فرماتے ہیں :-

لم یقع ظلہ علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا قال رزین لغلبۃ انوارہ[2]

" نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا، حضور کا سایہ نظر نہ آیا، نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، ابنِ سبع نے فرمایا اس لئے کہ حضور نور ہیں، امام رزین نے فرمایا اس لئے کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔"

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالےٰ شفاء شریف میں فرماتے ہیں :-

---

[1] جلال الدین سیوطی | خصائص کبرےٰ | ج ۱ | ص ۱۶۹ | دار الکتب الحدیثیۃ ، مصر

[2] ایضاً | انموذج اللبیب | ص ۵۳ | مطبع الکتاب ۔ لاہور

وماذکر من ان لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر

لانہ کان نورا [1]

یعنی حضور کے دلائلِ نبوت وآیاتِ رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں انتہیٰ۔"

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں، دھوپ اور چاندنی اور جو روشنیاں کہ ان میں بسبب اس کے کہ اجسام انوار کے حاجب ہوتے ہیں لہٰذا ان کا سایہ نہیں پڑتا جیسا کہ انوارِ حقیقت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے، پھر حدیث کتاب الوفاء ذکر کر کے اپنی ایک رباعی اِنشاد کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سایۂ احمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن بسبب حضور کی کرامت وفضیلت کے زمین پر نہ کھینچا گیا اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی ان کے سایہ میں آرام کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں بہ تحقیق قرآنِ عظیم ناطق ہے کہ آپ نورِ روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا، اگر تو سمجھے تو وہ نور علیٰ نور ہیں وھٰذا نصّہ الخفاجی:

(و) ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ماذکر) بالبناء للمجہول والذی ذکرہ ابن سبع (من انہ) بیان ماالموصولۃ (لاظل لشخصہ) ای جسدہ الشریف اللطیف اذا کان (فی شمس ولا قمر) مما تریٰ فیہ الظلال لحجب الاجسام ضوء النیرین ونحوھما وعلل ذٰلک ابن سبع بقولہ (لانہ) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کان نورا) والانوار شفافۃ لطیفۃ لاتحجب غیرھا ولانوار لاظل لہا کما تشاھد فی انوار الحقیقۃ وھٰذا

---

[1] قاضی عیاض شفاء شریف ج ۱ ص ۳۰۶

رو ہ صاحب الوفاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس الا غلب ضوءہ ضوئہا و لا مع السراج الا غلب ضوءہ ضوءہ وقد تقدم ھذا و الکلام علیہ و رباعیتہا فیہ وھی ؎

ما جر لظل احمد اذیال | فی الارض کرامۃ کما قد قالوا
ھذا عجب وکم بہ من عجب | والناس بظلہ جمیعا قالوا

وقالوا ھذا من القیلولۃ وقد نطق القرآن بانہ النور المبین وکونہ بشرا لاینافیہ کما توھم فان فھمت فھو نور علی نور فان النور ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ وتفصیلہ فی مشکوٰۃ الانوار [1] انتہیٰ

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی دفتر پنجم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود | او محمد وار بے سایہ شود [2]

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

مولانا بحر العلوم نے شرح میں فرمایا :

" درمصرع ثانی اشارہ بمعجزۂ آں سرور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کہ آں سرور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم را سایہ نمی افتاد "

امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمہ اللہ تعالے مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں ، رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں ،

---

[1] علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار المعرفۃ ، بیروت
[2] مولانا رومی علیہ الرحمہ مثنوی شریف دفتر پنجم ص ۷۷ مرکزی تحقیقات فارسی پاکستان

اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابنِ سبع کا حضور کے نور سے استدلال اور حدیث اجعلنی نورا سے استشہاد کیا حیث قال :-

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی عن ذکوان وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا یظہر لہ ظل قال غیرہ ویشہد لہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا [1]

اسی طرح سیرتِ شامی میں ہے وزاد عن الامام الحکیم قال معناہ لئلا یطأ علیہ کافر فیکون مذلۃ لہ [2] یعنی امام ترمذی نے فرمایا اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایۂ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔

اقول سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما تشریف لئے جاتے تھے، ایک یہودی حضرت کے گرد عجب حرکات اپنے پاؤں سے کرتا جاتا، اس سے دریافت فرمایا، بولا بات یہ ہے کہ اور تو کچھ قابو ہم تم پر نہیں پاتے، جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اُسے اپنے پاؤں سے روندتا چلتا ہوں، ایسے خبیثوں کی شرارتوں سے حضرت حق عزّ جلالہ نے اپنے حبیبِ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا، نیز اسی طرح سیرتِ حلبیہ [3] میں ہے قدر ما فی شفاء الصدور۔

محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں حضور کے لئے سایہ نہ تھا اور

---

[1] علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی : مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مصر

[2] محمد بن یوسف الشامی : سبل الہدیٰ والرشاد (سیرت شامی) ج ۲ ص ۱۲۳

[3] علی بن برہان الدین الحلبی : سیرتِ حلبیہ ج ۲ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ، بیروت

وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نور ہیں جیسا کہ ابن سبع نے کہا اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں سبب اس کا یہ تھا کہ حضور کا نور ساطع تمام انوارِ عالم پر غالب تھا اور بعض علماء نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بچانا ہے اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر پڑے وھذا کلامہ برمتہ ۔

(زرقانی کی اصل عبارت)

(ولم يكن له صلى الله تعالى عليه وسلم ظل في شمس و لا قمر) لانه كان نورا كما قال ابن سبع وقال رزين بغلبة انواره قيل حكمة ذالك صيانته عن ان يطأ كافر على ظله (رواه الترمذي الحكيم عن ذكوان) ابي السمان الزيات المدني او ابي عمرو المدني مولى عائشة رضي الله تعالى عنها وكل منهما ثقة من التابعين فهو مرسل لكن روى ابن المبارك وابن الجوزي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما لم يكن للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ظل ولم يقم مع الشمس قط الا غلب ضوؤه ضوء الشمس ولم يقم مع سراج قط الا غلب ضوؤه ضوء السراج (وقال ابن سبع كان صلى الله تعالى عليه وسلم نورا فكان اذا مشى في الشمس والقمر لا يظهر له ظل) لان النور لا ظل له (وقال غيره ويشهد له قوله صلى الله تعالى عليه وسلم في دعائه) لما سأل الله تعالى ان يجعل في جميع اعضائه وجهاته نورا ختم بقوله (واجعلني نورا) والنور لا ظل له وبه يتم الاستشهاد انتهى [له]

[له] علامہ زرقانی　　زرقانی شرح مواہب لدنیہ　　ج ۴　　ص ۲۵۳

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم النوع الرابع ما اختص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ من الکرامات میں فرماتے ہیں:-

لم یقع ظلہ علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر [۱]

"حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نظر آتا"

بعینہٖ اسی طرح کتاب نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار میں ہے۔

امام نسفی تفسیر مدارک شریف میں زیر قولہ تعالیٰ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسہم خیرا فرماتے ہیں:-

قال عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذٰلک الظل [۲]

"امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔"

امام ابن حجر مکی افضل القریٰ میں زیر قولِ ماتن قدس سرہ لم یساووک فی علاک وقد حال سنا منک دونہم وسناء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فضائل میں حضور کے برابر نہ ہوئے حضور کی چمک اور رفعت حضور تک انکے پہنچنے سے مانع ہوئی، فرماتے ہیں:-

ھو مقتبس من تسمیتہ تعالیٰ لنبیہ نورا فی نحو قد جاءکم من اللہ نور وکتٰب مبین وکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکثر الدعاء بان اللہ یجعل کلا من حواسہ واعضائہ وبدنہ نورا اظہار الوقوع ذٰلک وتفضل اللہ تعالیٰ علیہ بہ لیزداد شکرہ و

---

۱ الشیخ حسین بن محمد الدیار بکری تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۴۸ مطبوعہ مطبع عثمان عبدالرزاق

۲ علامہ نسفی تفسیر مدارک ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار الکتب العربی، بیروت

شکرامتہ علی ذلک کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر البقرۃ مع وقوعہ وتفضل اللہ تعالیٰ بذلک و ممایؤیدانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صار نورا وانہ کان اذا مشی فی الشمس والقمر لا یظہر لہ ظل لانہ لایظہر الا لکثیف وھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد خلصہ اللہ من سائر الکثافات الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفا لا یظہر لہ ظل اصلا۔

یعنی" یہ معنٰی اس سے لئے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نور رکھا مثلاً اِس آیت میں کہ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کتاب اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکثرت یہ دعا فرماتے کہ الٰہی میرے تمام حواس و اعضاء سارے بدن کو نور کر دے اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور پر کر دیا جیسے ہمیں حکم ہوا ہے کہ سورہ بقرہ شریف کے آخر کی دعا عرض کریں وہ بھی اسی اظہارِ وقوع وحصولِ فضلِ الٰہی کے لئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نورِ محض ہو جانے کی تائید اِس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور کا سایہ نہ پیدا ہوتا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نرا نور کر دیا لہٰذا حضور کے لئے سایہ اصلاً نہ تھا۔"

علامہ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں :-

لم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل یظہر فی شمس ولا قمر[1]

---

[1] علامہ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ ص ۵ مطبوعہ مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر

"نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں ۔"

فاضل محمد بن فہمیتہ کی "اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰے واہل بیتہ الطاہرین" میں ذکرِ خصائص نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں ہے :۔

وانہ لا فیئ لہ

" حضور کا ایک خاصہ یہ ہے کہ حضور کیلئے سایہ نہ تھا۔"

مجمع البحار میں برمز ش یعنی زبدہ شرح شفاء شریف میں ہے :۔

من اسمائہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم النور قیل من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ اذا مشی فی الشمس والقمر لا یظھر لہ ظل لہ

" حضور کا ایک نام مبارک 'نور' ہے، حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نہ پیدا ہوتا۔"

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :۔

"ونبود مر آنحضرت را صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول وعجب است ازیں بزرگان کہ ذکر نکردند چراغ را و نور یکیے از اسمائے آنحضرت است صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و نور را سایہ نے باشد انتہے ۲ے

۱ے الشیخ محمد طاہر　　مجمع بحار الانوار　　ج ۳　　ص ۴۰۲　　مطبوعہ لکھنؤ (انڈیا)

۲ے شاہ عبدالحق محدث دہلوی　　مدارج النبوۃ　　ج ۱　　ص ۲۱　　مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی

ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا، بروایت حکیم ترمذی از ذکوان، اور تعجب ہے ان بزرگوں سے اس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور نور حضور کے اسمائے مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

جنابِ شیخ مجدد جلد سوم مکتوبات مکتوب صدم میں فرماتے ہیں :۔

او را صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سایہ نبود در عالمِ شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر است، چوں لطیف ترے از وے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد [1]

نیز اسی کے آخر مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں :۔

واجب را تعالےٰ چرا ظل بود کہ ظل موہمِ تولید مثل است و منبئ از شائبۂ عدمِ کمالِ لطافتِ اصل، ہر گاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد [2]

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی سورۂ والضحیٰ میں لکھتے ہیں :۔

سایۂ ایشاں بر زمیں نمی افتاد [3]

فقیر کہتا ہے غفر اللہ لہ، استدلال امام ابنِ سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علماء نے حدیث واجعلنی نورا سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اسے اپنے کلمات میں

---

[1] مجدد الف ثانی	مکتوبات	ج۳	ص ۹۳	مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی
[2] ایضاً		ج۳	ص ۱۵۵	
[3] شاہ عبد العزیز	تفسیر عزیزی	ج۳	ص ۳۱۲	

ع آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہان بھر میں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ کا سایہ کیونکر ہو سکتا ہے؛

ع اللہ تعالےٰ کا سایہ کیونکر ہو، سایہ تو وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کی کوئی مثل ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ میں کمالِ لطافت نہیں ہے، دیکھئے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا تو خدائے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ کیونکر ممکن ہے۔

ع آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑا۔

بنظرِ احتجاج یاد کیا۔

ہمارے مدعا پر دلالتِ واضحہ یہ ہے۔ دلیل شکلِ اوّل بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب۔ صغریٰ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نور ہیں اور کبریٰ یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں' جو ان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا نتیجہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا' آپ ہی پائے گا مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائشِ گفتگو ہو۔ کبریٰ تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدۂ بصر و شہادتِ بصیرت سے ثابت' سایہ اُس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو اور انوار کو اپنے ماورا سے حاجب' نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے۔ اِس لئے دیکھو آفتاب کے لئے سایہ نہیں اور صغریٰ یعنی حضورِ والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے' حاجتِ بیان حجت نہیں مگر تبکیتِ معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرتِ حق سبحانہ وتعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّ
دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ [1]

"اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا۔"

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں اور خود قرآنِ عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا:۔

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ [2] ع

اور فرماتا ہے:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ [3]

---

[1] ۳۳/۴۵ [2] ۷۱/۱۶ [3] ۵/۱۵

ع ترجمہ: اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ۔

"بتحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن"

علماء فرماتے ہیں یہاں نور سے مراد محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ہیں۔[1]

اسی طرح آیۂ کریمہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى عہ میں امام جعفر صادق اور کریمہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ عہ[2] میں بعض مفسرین نجم اور نجم الثاقب سے ذاتِ پاک سیدِ لولاک مراد لیتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم[3]

بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث میں بروایت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے ایک دعا منقول جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

اللّٰھم اجعل فی قلبی نورا و فی بصری نورا و فی سمعی نورا و فی عصبی نورا و فی لحمی نورا و فی دمی نورا و فی شعری نورا و فی بشری نورا و عن یمینی نورا و عن شمالی نورا و امامی نورا و خلفی نورا و فوقی نورا و تحتی نورا و اجعلنی نورا[4]

"کہ الٰہی میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت و پوست و خون و استخوان اور میرے زیر و بالا و پس و پیش و چپ و راست اور ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کر دے۔"

جب وہ یہ دعا فرماتے اور ان کے سننے والے نے انہیں ضیائے تابندہ و مہرِ رخشندہ و نورِ الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہہ رہا؟ حدیث ابنِ عباس میں ہے کہ اُن کا نور چراغ و خورشید پر غالب آتا، اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد ہے کہ ان کی روشنیاں

---

[1] $\frac{۵۳}{۱}$ [2] $\frac{۸۶}{۳-۲}$ [3] علامہ قاضی عیاض : شفاء شریف ج ۱ ص ۲۸-۳۰

[4] مسلم بن الحجاج مسلم شریف ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی

عہ اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ عہ اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنیوالا کیا ہے، چمکتا تارا۔

اس کے حضور پھیکی پڑ جائیں جیسے چراغ پیشِ مہتاب یا یکسر ناپدید و کالعدم ہو جائیں جیسے ستارے حضورِ آفتاب :۔

ابنِ عباس کی حدیث میں ہے :۔

واذا تکلم رُئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ [1]

"جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا"

وصاف کی حدیث میں وارد ہے :۔

یتلألؤ وجھہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر اقنی العرنین

لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتاملہ اشم انور المتجرد [2]

"یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا، بلند بینی تھی اور اس پر ایک نور کا بکا تجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو، کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ، نہایت روشن و تابندہ تھا، صلے اللہ تعالےٰ علیٰ کل عضو من جسمہ الانور الاعطر و بارک وسلم"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کان الشمس تجری فی وجھہ [3]

"گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا" اور فرماتے ہیں اذا ضحک یتلألؤ الجدر [4]

"جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہو جاتیں"

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں لو رأیتہ لقلت الشمس طالعۃ [5] "اگر تو انہیں دیکھتا، کہتا آفتاب طلوع کر رہا ہے" ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں رأینا کان النور یخرج من فیہ [6] "ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہانِ پاک سے"

---

[1] قاضی عیاض شفاء شریف ج ۱ ص ۵۵ [2] شمائل ترمذی ص ۲۰۳ (امین کمپنی، دہلی)

[3،4] قاضی عیاض شفاء شریف ج ۱ ص ۵۱

[5] علامہ جلال الدین سیوطی خصائصِ کبرےٰ ج ۱ ص ۱۷۹ دار الکتب الحدیثیہ، مصر

[6] مجمع الزوائد، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی دار الکتاب، بیروت ج ۸ ص ۲۸۰

احادیثِ کثیرۂ مشہورہ میں وارد جب حضور پیدا ہوئے ان کی روشنی سے بصرہ اور روم شام کے محل روشن ہو گئے۔ چند روایتوں میں ہے اضاءلہ مابین المشرق والمغرب "مشرق سے مغرب تک منور ہو گیا" اور بعض میں ہے امتلأت الدنیا کلھا نورا "تمام دنیا نور سے بھر گئی"۔

آمنہ حضور کی والدہ فرماتی ہیں رایت نورا سطع من رأسہ قد بلغ السماء "میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا"۔

ابن عساکر نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، میں سیتی تھی، سوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے، حضور کے نورِ رُخ کی شعاع سے سوئی ظاہر ہو گئی۔

علامہ فاسی مطالع المسرات میں علامہ ابن سبع سے نقل کرتے ہیں:۔

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یضیئ البیت المظلم من نورہ

"نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے خانۂ تاریک روشن ہو جاتا"۔

اب نہیں معلوم کہ حضور کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لئے بھی سایہ مانے گا یا مختصر طور پر یوں کہئے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایۂ جسم کثیف

---

[1] علامہ یوسف نبہانی — انوارِ محمدیہ — ج ۱ — ص ۲۴۰ — مطبوعہ مکتبہ ایشیق استانبول، ترکی

[2] جلال الدین سیوطی: — خصائصِ کبریٰ — ج ۱ — ص ۱۱۸ — (دار الکتب الحدیثۃ مصر)

[3] ایضاً: — ص ۱۲۲

[4] تاریخ ابن عساکر — بحوالہ خصائصِ کبریٰ — علامہ جلال الدین سیوطی — ج ۱ — ص ۱۵۶

[5] امام محمد المہدی الفاسی — مطالع المسرات — ص ۳۹۳ — مکتبہ رضویہ، فیصل آباد

کاپڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پوچھنا چاہیئے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسمِ اقدس لطیف نہ تھا عیاذًا باللہ، کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدمِ سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے؟

بالجملہ جبکہ حدیثیں اور اتنے اکابر ائمہ کی تصریحیں موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی دعوے میں ان میں سے ایک کا قول پائے، کس خوشی سے معرضِ استدلال میں لائے، جاہلانہ انکار، مکابرہ و کج بحثی ہے، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہدے یا شمس کو ظلمات، آخر کار مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دیا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں اس کے پاس ہو، وہ بھی دکھلائے، ہم ارشاداتِ علماء سند میں لاتے ہیں تو وہ بھی ایسے ہی ائمہ کے اقوال سنائے، یا نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی سند، گھر بیٹھے اسے الہام ہوا کہ حضور کا سایہ تھا،

مجرد ما و شما پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسمِ انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں لست کمثلکم[1] "میں تم جیسا نہیں" و یروی لست کہیئتکم[2] "میں تمہاری ہیئت پر نہیں" و یروی ایکم مثلی[3] "تم میں سے کون مجھ جیسا ہے" آخر علامہ خفاجی کا ارشاد نہ سنا کہ حضور کا بشر ہونا نورِ درخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تو سمجھے تو وہ نورٌ علٰی نور ہیں[4] پھر صرف اس قیاسِ فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے اُن کے بھی ہوگا، ثبوتِ سایہ ماننا یا اسکی

۱؎ محمد بن اسمٰعیل بخاری بخاری شریف ج۱ ص ۲۶۳ انجمن نقشبندیہ قصور

مسلم بن الحجاج مسلم شریف ج۱ ص ۳۵۱ مجتبائی دہلی

۲و۳؎ مسلم بن الحجاج بحوالہ مذکورہ ۴؎ علامہ شہاب الدین خفاجی : نسیم الریاض ج۳ ص ۲۸۲

نفی میں کلام کرنا عقل وادب سے کس قدر دور پڑتا ہے ؎

الا ان محمد ابشر لا کالبشر

بل ھو یاقوت بین الحجر

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین وبارک وسلم)

فقیر کو حیرت ہے ان بزرگواروں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزاتِ ثابتہ خصائصِ صحیحہ کے انکار میں اپنا کیا فائدہ دینی و دنیاوی تصور کیا ہے، ایمان بے محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوتا، وہ خود فرماتے ہیں:-

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ

والناس اجمعین۔[1]

"تم میں سے کوئی مسلمان نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ

اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں"

اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل وتکثیرِ مدائح میں مشغوف رہتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام وسحر نفیِ محاسن کی فکر میں ہونا کام دشمن کا ہے نہ دوست کا۔

جانِ برادر! تونے کبھی سنا ہے کہ تیرا محب تیرے مٹانے کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا، جانِ ایمان وکانِ احسان، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا اور اس نے تمام عالم کا بارتنِ نازک پر اٹھا لیا، تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا، تم رات دن لہو ولعب اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول اور وہ شب و روز تمہاری بخشش کیلئے گریاں وملول،

جب وہ جانِ رحمت وکانِ رأفت پیدا ہوا، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری — بخاری شریف — ج ۱ ص ۷ — مکتبہ ہاشمیہ میرٹھ، انڈیا

ھب لی امتی فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا، آہستہ آہستہ امتی[۱] فرماتے تھے، قیامت میں بھی انہیں کے دامن میں پناہ ملے گی، تمام انبیاء علیہم السلام سے نفسی نفسی اذھبوا الی غیری[۲] سنو گے اور اس غمخوارِ امت کے لب پر رب امتی کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں، جب انتقال کروں گا، صور پھونکنے تک قبر میں امتی امتی پکاروں گا، کان بجنے کا یہی سبب ہے کہ وہ آوازِ جانگداز اس معصوم عاصی نواز کی جو ہر وقت بلند ہے، گاہے ہم سے کسی غافل و مدہوش کے گوش تک پہنچتی ہے، روح اسے ادراک کرتی ہے، اسی باعث اس وقت درود پڑھنا مستحب ہوا کہ جو محبوب ہر آن ہماری یاد میں ہے، کچھ دیر ہم ہجراں نصیب بھی اس کی یاد میں صرف کریں۔

دلائے بے انصافی، ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور اس کی مدح ستائش و نشرِ فضائل سے آنکھوں کو روشنی، دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب ان کی روشن خوبیوں میں انکار نکالے۔

اے عزیز! چشمِ خردبین میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ اعتساف نکال، پھر یہ تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے پوچھنا، پھر اگر ایک منصفِ ذی عقل بھی تجھ سے کہہ دے کہ نشرِ محاسن و تکثیرِ مدائح نہ دوستی کا مقتضیٰ نہ ردِّ فضائل و نفیِ کمالاتِ غلامی کے خلاف تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، سمجھ، دیکھ کہ خدا سے کسی کا کیا بس چلے گا اور جس کی شان وہ بڑھائے اسے کوئی گھٹا سکتا ہے، آئندہ تجھے اختیار ہے، ہدایت کا فضلِ الٰہی پر مدار ہے۔

---

[۱] شاہ عبدالحق محدث دہلوی : مدارج النبوۃ ج۲ ص۴۶۹ (مطبوعہ نولکشور، کان پور)

[۲] مسلم بن الحجاج : مسلم شریف ج۱ ص۱۱۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

ہم پر بلاغ مبین تھا، اس سے بحمد اللہ فراغت پائی اور جو اب بھی تیرے دل میں کوئی شک وشبہہ یا ہمارے کسی دعوے پر دلیل یا کسی اجمال کی تفصیل درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مسمّٰی بقمر التمام فی نفی الظل عن سیّد الانام علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام، جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے، ان شاء اللہ تعالےٰ بیانِ شافی پائے گا اور مرشدِ کافی، ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے اور بہایت نفیس دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور سراپا نور تابندہ ودرخشندہ ذی شعاع واضاءت بلکہ معدنِ انوار وافضل مضیئات بلکہ درحقیقت بعد جنابِ الٰہی نام نور انہیں کو زیبا اور ان کے ماورا کو اگر نور کہہ سکتے ہیں تو انہی کی جناب سے ایک علاقہ وانتساب کے سبب اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ثبوت معجزات صرف اسی پر موقوف نہیں کہ حدیث یا قرآن میں بالتصریح ان کا ذکر ہو بلکہ ان کے لئے تین طریقے ہیں اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ پیشوایانِ دین کا دآب اِن معاملات میں ہمیشہ قبول وتسلیم رہا ہے۔ اگر کہیں قرآن وحدیث سے ثبوت نہ ملا تو اپنی نظر کا قصور سمجھا نہ یہ کہ باوجود ایسے ثبوت کافی کے کہ حدیثیں اور ائمہ کی تصریحیں اور کافی دلیلیں، سب کچھ موجود، پھر بھی اپنی ہی کہے جاؤ، انکار کے سوا کچھ زبان پر نہ لاؤ اور اس کے سوا اور فوائدِ شریفہ وابحاثِ لطیفہ ہیں، جو دیکھے گا ان شاء اللہ تعالےٰ لطفِ جانفزا پائے گا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحٰبہ واصھارہ وانصارہ واتباعہ اجمعین الیٰ یوم الدین آمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

کتبہ عبدہ المذنب

احمد رضا

عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۹۶ھ
۹۲

قمر التمام

فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

استفتاء کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کا سایہ تھا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب وَمِنَ اللّٰهِ تَوْفِيْقُ الصِّدْقِ وَ الصَّوَابِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلَى السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ الشَّارِقِ وَ الْقَمَرِ الزَّاهِرِ الْبَارِقِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

بے شک اس مہرِ سپہرِ اصطفا، ماہِ منیرِ اجتبا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث و اقوالِ ائمۂ کرام سے ثابت، اکابر ائمہ و علماء فضلاء، کہ آجکل کے مدّعیانِ خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ ان کے کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہیں خلفاً، سلفاً، دائماً اپنی تصانیف میں اِس معنٰی کی تصریح فرماتے آئے اور اِس پر دلائلِ باہرہ و حُجَجِ قاہرہ قائم، جن پر مفتیٔ عقل و قاضیٔ نقل نے باہم اتفاق کرکے ان کی تاسیس و تشیید کی۔ آجتک کسی عالمِ دین سے اِس کا انکار منقول نہ ہوا یہاں تک کہ وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے دین میں اِبتداع اور نیا مذہب اِختراع اور ہوائے نفس کا اِتّباع کیا اور بہ سبب اِس شورِ رنجش کے جو اُن کے دلوں میں اُس رؤف رحیم نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیطرف سے تھی، ان کے محوِ فضائل و ردِّ معجزات کی فکر میں پڑے حتّٰی کہ معجزۂ شقّ القمر جو بخاری و مسلم کی احادیثِ صحیحہ بلکہ خود قرآنِ عظیم و وحیِ حکیم کی شہادتِ حقّہ اور اہلِ سنّت و جماعت کے اِجماع سے ثابت، ان صاحبوں میں سے بعض جری بہادروں نے اِسے بھی غلط ٹھہرایا اور اسلام کی پیشانی پر کلف کا دھبّہ لگایا۔ فقیر کو حیرت ہے کہ ان بزرگواروں نے

اس میں اپنا کیا فائدہ دینی یا دنیاوی سمجھا ہے۔

اے عزیز! ایمان رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے مربوط ہے اور آتشِ جاں سوزِ جہنم سے نجات اُن کی الفت پر منوط[1]، جو اُن سے محبت نہیں رکھتا واللہ کہ ایمان کی بُو اُس کے مشام[2] تک نہ آئی، وہ خود فرماتے ہیں:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ[3]

تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور اولاد، سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتابِ نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے اور جو بات اس کی خوبی اور تعریف کی سُنتا ہے، کیسی خوشی اور طیبِ خاطر سے اظہار کرتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام و سحر نفیِ اوصاف کی فکر میں رہنا، کام دشمن کا ہے نہ دوست کا۔

جانِ برادر! تو نے کبھی سُنا ہے کہ جس شخص کو تجھ سے اُلفتِ صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سُنکر چیں بہ جبیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا جانِ ایمان و کانِ احسان جس کے جمالِ جہاں آرا کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامۂ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب! جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا، کیسا محبوب! جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اُٹھالیا کیسا محبوب! جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو و لعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے

---

[1] منحصر ہے [2] ناک [3] محمد بن اسمٰعیل بخاری: بخاری شریف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی ج۱ ص۷

شب و روز گریاں و ملول۔

شب، کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے موقوف ہے، صبح قریب ہے، ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہو رہا ہے، ہر ایک کا جی اِس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مستِ خوابِ ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اُس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز، ایسے سُہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم بے گناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت و آسائش کو چھوڑ، خواب و آرام سے مُنہ موڑ، جبینِ نیاز آستانۂ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی! میری امت سیاہ کار ہے، درگذر فرما اور اُن کے تمام جسموں کو آتشِ دوزخ سے بچا۔

جب وہ جانِ راحت کانِ رأفت پیدا ہوا، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رَبِّ هَبْ لِيْ أُمَّتِيْ فرمایا، جب قبر شریف میں اتارا، لبِ جاں بخش کو جنبش تھی بعض صحابہ نے کان لگا کر سُنا، آہستہ آہستہ اُمَّتِيْ فرماتے تھے[1]، قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دِن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، مَلِکِ قہار کا سامنا، عالَم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمان بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِيْ[2] کچھ جواب نہ پائیں گے، اُس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئیگا، قفلِ شفاعت اس کے زورِ بازو سے کُھل جائے گا، عمامہ سرِ اقدس سے اُتاریں گے اور سربسجود ہوکر "اُمّتی" فرمائیں گے۔ وائے بے انصافی، ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح و ستائش و نشرِ فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور اِن روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

مانا کہ ہمیں احسان شناسی سے حصّہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حُسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانیئے، اس کی مخالفت

---

[1] شاہ عبدالحق، مدارج النبوہ، مطبوعہ نولکشور ج ۲ ص ۵۱۸
[2] امام مسلم بن حجاج، مسلم شریف مطبوعہ نور محمد کراچی ج ۱ ص ۱۱۱

کیجئے تو کوئی مضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اِس کی کفش بوسی کے جہنم سے نجات میسّر نہ دنیا و عقبےٰ میں کہیں ٹھکانہ متصوّر، پھر اگر اس کے حسن و احسان پر دالہ و شیدا نہ ہو تو اپنے نفع و ضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشمِ خرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ انکار نکال، پھر تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے پوچھتا پھر کہ عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولٰے کے ساتھ کیا کرنا چاہئیے، آیا نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیٔ حسن سن کر باغ باغ ہو جانا، جامے میں پھولا نہ سمانا یا ردِّ محاسن، نفیِ کمالات اور اُن کے اوصافِ حمیدہ سے بہ انکار و تکذیب پیش آنا۔ اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضٰی، نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ یقین جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار جبار جل جلالہ، سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی ارشاد ہوتا ہے، اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا۔ آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پَرَدے تمہارے نامِ نامی سے گونجیں گے، مؤذّن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے مَنَابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے، اَشجار و اَحجار، آہو و سوسمار و دیگر جاندار و اطفالِ شیرخوار و معبودانِ کفّار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبانِ فصیح و بیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکنافِ عالم میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا غلغلہ ہوگا، بجز اَشقیائے ازل ہر ذرّہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوگا،

منتخبانِ ملاءِ اعلیٰ کو ادھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا، ادھر تمہارے محمود درود مسعود کا حکم دوں گا، عرش و کرسی، ہفت اوراقِ سدرہ، قصورِ جناں جہاں پر اللہ لکھوں گا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں، جو کتاب نازل کروں گا اُس میں تمہاری مدح وستائش اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت ایسی تشریح و توضیح سے بیان کرونگا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اُٹھے گی۔ ایک عالم اگر تمہارا دشمن ہوکر تمہاری تنقیصِ شان اور محوِ فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا، آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے اُن کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہلِ ایمان اس بلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اُٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے ان کے محوِ فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور اُن کی خوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس و ناامیدی کر لینا مناسب ہے ورنہ بربِّ کعبہ اُن کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

اے عزیز! سلفِ صالح کی روش اختیار کر اور ان کے قدم پر قدم رکھ، ائمۂ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائماً تسلیم و قبول رہا ہے، جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کردیا، اسے مرحبا کہہ کر لیا اور حبیب جان میں بطیبِ خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اِس کی اصل نہ پائی، قصورِ اپنی نظر کا جانا، یہ کبھی نہ کہا کہ غلط ہے، باطل ہے، کسی حدیث میں وارد نہیں، نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے،

اور کیوں نہ ہو، مقتضیٰ عقلِ سلیم کا یہی ہے کہ :

فائدہ جلیلہ | جب ہم اسے ثقہ معتمد علیہ مان چکے اور وقوع ایسے معجزے کا یا اختصاص ایسے خاصہ کا ذاتِ پاک سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعید نہیں کہ اس سے عجیب تر معجزات بہ تواتر حضور سے ثابت اور اُن کا رب اِس سے زیادہ پر قادر اور ان کے لئے اس سے بہتر خصائص بالقطع مہیا اور اُن کی شان اس سے بھی ارفع و اعلیٰ، پھر انکار کی وجہ کیا ہے، تکذیب میں تو اِس راوی سے ثقہ معتمد علیہ ہونا ثابت ہو چکا اور وثوق و اعتماد اس کا بتاتا ہے کہ اگر مِن عندِ نفسہٖ کہہ دیتا، خدا و رسول پر مفتری ہوتا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے، مرتب)

اِن وجوہ پر نظر کر کے سمجھ لیجئے کہ بالضرور اس نے حدیث پائی، گو ہماری نظر میں نہ آئی۔ ہر چند کہ فقیر کا یہ دعوٰے اس شخص کے نزدیک بالکل بدیہی ہے جو خدمتِ حدیث و سیَر میں رہا اور اس راہ میں روشِ علماء کو مشاہدہ کیا مگر ناواقفوں کے افہام اور منکروں پر الزام کے لئے چند مثالیں بیان کرتا ہوں :۔

اوّلاً : جسمِ اقدس و لباسِ انفس پر مکھی نہ بیٹھنا، علامہ ابنِ سبع نے خصائص میں ذکر فرمایا علماء نے تصریح کی، اس کا راوی معلوم نہ ہوا اور باوجود اس کے بلا نکیر اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے، شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے :

وان الذباب کان لایقع علیٰ	مکھی آپ کے جسمِ اقدس اور
جسدہٖ ولاثیابہٖ ؎	لباسِ اطہر پر نہ بیٹھتی تھی۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی خصائصِ کبریٰ میں فرماتے ہیں :۔

باب ذکر القاضی عیاض	قاضی عیاض نے شفاء میں اور عراقی

؎ قاضی عیاض : شفاء شریف ص ۳۰۶ ج ۱

فی الشفاء والعراقی فی مولدہ	نے اپنے مولد میں ذکر کیا کہ حضور
ان من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ	کی خصوصیات میں سے یہ بھی
علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ	ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی،
الذباب وذکرہ ابن السبع فی	ابنِ سبع نے خصائص میں اِن
الخصائص بلفظ انہ لم یقع علیٰ	لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ
ثیابہ ذباب قط وزاد ان من	کے کپڑوں پر کبھی بھی نہیں بیٹھی
خصائصہ ان القمل لم تکن	اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپکو
یؤذیہ [1]	نہیں ستاتی تھیں۔

شیخ ملّا علی قاری شرح شمائلِ ترمذی میں فرماتے ہیں:۔

ونقل الفخر الرازی ان الذباب	رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ کے
کان لایقع علیٰ ثیابہ وان	کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر
البعوض لایمتص دمہ [2]	آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں علماء کا وہ قول کہ اس کا راوی نہ معلوم ہوا، نقل کیا اور اس خاصہ کی نسبت لکھا کہ ایک کرامت ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا کی اور اپنے نتائج افکار سے ایک رباعی لکھی کہ اس میں بھی اس خاصہ کی تصریح ہے اور بعض علماءِ عجم نے اِسی بناء پر کلمۂ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں، ایک لطیفہ لکھا کہ آپ کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہٰذا یہ کلمۂ پاک کی نقطوں سے محفوظ رہا کہ وہ شبیہ مکھیوں کے ہیں۔ پھر اِسی مضمون پر دوسری عبارت:۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی : خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ لائل پور

[2] ملّا علی قاری : شرحِ شمائلِ ترمذی ج ۱ ص ۱۷۵ مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ مصر

عبارتہ برمتہ، ومن دلائل نبوتہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان
الذباب کان لا یقع علی ثیابہ
ھٰذا مما قالہ ابن سبع الا انہم
قالوا لا یعلم من روی ھٰذہ
والذباب واحدہ ذبابۃ قیل
انہ سمی بہ لانہ کلما ذب
آب ای کلما طرد رجع وھٰذا
مما اکرمہ اللہ بہ لانہ طھرہ
اللہ من جمیع الاقذار وھو
مع استقذارہ قد یجیئ من
مستقذر قیل وقد نقل مثلھا
عن ولی اللہ العارف بہ الشیخ
عبد القادر الکیلانی
ولا بعد فیہ لان
معجزات الانبیاء
قد تکون کرامۃ
للاولیاء امۃ وفی رباعیۃ
لی ہ
من اکرم مرسل عظیم حلا
لم تدن ذبابۃ اذا ما حلا

ان کی مکمل عبارت یہ ہے: آپ
کے دلائلِ نبوت سے یہ بھی ہے کہ
کہ مکھی آپ کے نہ تو ظاہری جسم پر
بیٹھتی تھی اور نہ لباس پر، یہ ابنِ سبع
نے کہا، محدثین نے کہا کہ اِس کا
راوی معلوم نہیں، ذباب کا واحد
ذبابۃ ہے، کہتے ہیں اس کا یہ نام
اس لئے ہے کہ اِس کو جب بھی
بھگایا جاتا ہے، واپس آجاتی ہے، یہ
کرامت آپ کو اِس لئے عطا ہوئی
کہ اللہ نے آپ کو پاک رکھا تھا
شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ
کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے
اور اس میں کوئی تعجب کی بات
نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو
چیز نبی کا معجزہ ہوتی ہے وہ بطور
کرامت ولی کے ہاتھ سے سرزد
ہو جاتی ہے اور میں نے (خفاجی)
ایک رباعی کہی ہے:
آپ بزرگ ترین عظیم مٹھاس والے
رسول ہیں، یہ عجیب بات ہے کہ

هذا عجب ولم یذق ذو نظر
فی الموجودات من حلاه احلا
وتظرف بعض علماء
العجم فقال محمد
رسول الله لیس فیه حرف
منقوط لان الموجودان النقط
تشبه الذباب فصین
اسمه ونعته کما قلت
فی مدحه صلی الله
تعالی علیه وسلم
لقد ذب الذباب فلیس یعلو
رسول الله محمودا محمد
ونقط الحرف یحکیه بشکل
لذاك الخط عنه قد تجرد[1]

آپ کی مٹھاس کے باوجود مکھی
آپ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی
صاحب نظر نے موجودات میں آپکی
مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی" اور
بعض علماء نے کہا کہ محمد رسول اللہ میں
کوئی نقطہ نہیں ہے اس لئے کہ
نقطہ مکھی کے مشابہ ہوتا ہے عیب
سے بچانے کے لئے اور آپ کی
تعریف کے لئے میں نے آپ کی
مدح میں کہا ہے:
بلاشبہ اللہ نے مکھیوں کو
آپ سے دور کردیا تو آپ پر مکھی
نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کے رسول
محمود و محمد ہیں اور حروف
کے نقطے جو شکل میں مکھی کی طرح
ہیں، ان سے بھی اللہ نے اس لئے
آپ کو محفوظ رکھا۔

ثانیاً: ابن سبع نے حضور کے خصائص میں کہا "جوں آپ کو ایذاء نہ دیتی"، علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس طرح ابن سبع سے نقل کیا اور برقرار رکھا کما مر اور ملا علی قاری شرح شمائل میں فرماتے ہیں ومن خواصه ان ثوبه لم یقمل[2] اور

---

[1] احمد شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت [2] ملا علی قاری شرح شمائل ج ۱ ص ۱۷۵

ثالثاً: ابنِ سبع نے فرمایا جس جانور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا، علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں:

قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کل دابۃ رکبھا بقیت علی القدر الذی کانت علیہ ولم تھرم ببرکتہ[1]

ابنِ سبع نے کہا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپکی برکت کے باعث بوڑھا نہ ہوتا۔

رابعاً: امام ابو عبد الرحمٰن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اکابر اعیانِ مائۃِ ثالثہ سے ہیں، حضرتِ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے حکایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے ویسا ہی تاریکی میں۔

اس حدیث کو بیہقی نے موصولاً مسند روایت کیا اور علامہ خفاجی نے اکابر علماء مثل ابنِ بشکوال وعقیلی وابنِ جوزی وسہیلی سے اس کی تضعیف نقل کی یہاں تک کہ ذہبی نے تو میزان الاعتدال میں موضوع ہی کہہ دیا، بہ ایں ہمہ خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں، جیسا بقی بن مخلد وغیرہ ثقات نے اسے ذکر کیا اور حضور والا کی شان سے بعید نہیں تو اس کا انکار کس وجہ سے کیا جائے:

وھذا نصہ ملتقطا وحکی بقی بن مخلد ابو عبد الرحمٰن القرطبی مولدہ فی رمضان سنۃ احدی ومائتین وتوفی سنۃ ست وسبعین ومائتین عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

بقی بن مخلد ابو عبد الرحمٰن قرطبی نے کہا (رمضان ۲۰۱ھ تا ۲۷۶ھ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی میں دیکھا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی خصائصِ کبرٰی ج ۲ ص ۶۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لائلپور

یری فی الظلمۃ کما یری فی الضوء	اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ
وفی روایۃ کما یری فی النور	صلی اللہ علیہ وسلم کامل الخلقۃ ، قوی
ولاشک انہ صلی اللہ تعالیٰ	الحواس تھے تو آپ سے اس کیفیت
علیہ وسلم کان کامل الخلقۃ قوی	کا وقوع بعید نہیں ، پھر اس کو ثقات
الحواس فوقوع مثل ھذا منہ غیر بعید	نے روایت کیا ہے لہٰذا اس کے
وقد رواہ الثقات کابن مخلد ھذا فلا	انکار کی کوئی وجہ نہیں۔
وجہ لانکارہ [1]	

خامساً بسم اللہ الرحمن الرحیم اس سب سے زیادہ یہ ہے کہ باوجود حدیث شدید الضعف وغیر متمسک ہونے کے احیاء والدین، وسعتِ قدرت وعظمتِ شانِ رسالت پناہی پر نظر کر کے گردنِ تسلیم جھکائی اور سوا اٰمنّا وصدّقنا کچھ بن نہ آئی۔

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہوا، حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب عقبہ حجون پر گذر ہوا، حضور اشکبار و رنجیدہ و مغموم ہوئے، پھر تشریف لے گئے جب لوٹ کر آئے، چہرہ بشاش تھا اور لب تبسم ریز، میں نے سبب پوچھا، فرمایا میں اپنی ماں کی قبر پر گیا اور خدا سے عرض کیا کہ انہیں زندہ کر دے وہ قبول ہوئی اور وہ زندہ ہو کر ایمان لائیں اور پھر قبر میں آرام کیا۔

اخرج الخطیب عن عائشۃ	حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت	عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ
حج بنا رسول اللہ صلی اللہ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے
تعالیٰ علیہ وسلم فمر بی عقبۃ الحجون	ہمراہ حج کیا، جب عقبہ حجون پر پہنچے
وھو باک حزین مغتم	تو رو رہے تھے اور غمگین تھے ،

---

[1] احمد شہاب الدین خفاجی : نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۷۲

ثم ذهب وعاد وهو فرح	پھر آپ کہیں تشریف لے گئے،
متبسم فسألته فقال	جب واپس آئے تو مسرور تھے اور
ذهبت الی قبر امی	تبسم فرما رہے تھے، فرماتی ہیں
فسألت الله ان یحییها	میں نے سبب دریافت کیا تو آپ
فآمنت بی وردها	نے فرمایا، میں اپنی ماں کی قبر پر گیا
الله [1]	تھا، میں نے اپنے اللہ سے سوال
	کیا، اس نے ان کو زندہ کیا، وہ
	ایمان لائیں اور پھر انتقال فرما گئیں۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں۔ اس کی سند میں مجاہیل ہیں اور سہیلی نے ام المومنین سے احیائے والدین ذکر کرکے کہا، اس کے اسناد میں مجہولین ہیں اور حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض؛

فی مجمع بحار الانوار وح احیی ابوی النبی صلی الله تعالی علیه وسلم حتی آمنا به قال فی اسناده مجاهیل وانه منکر جدا یعارض ما ثبت فی الصحیح [2]

بایں ہمہ اسی مجمع البحار میں لکھتے ہیں :-

وفی المقاصد الحسنة وما احسن ما قال [3]

حبا الله النبی مزید فضل	علی فضل وکان به رؤفا
فاحیی امه وکذا اباه	لایمان به فضلا لطیفا
نسلم فالقدیم بذا قدیر	وان کان الحدیث به ضعیفا [3]

---

[1] علامہ جلال الدین السیوطی: خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۴۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لائل پور
ایضاً: الحاوی للفتاویٰ، ج ۲ ص ۲۳۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

[2] علامہ طاہر المفتی: مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۵۱۲

حاصل یہ کہ خاصہ نہیں ہے۔ خوب کہا، خدا نے نبی کو فضل بفضل زیادہ عطا فرمائے اور ان پر نہایت مہربان تھا، پس ان کے والدین کو ان پر ایمان لانے کیلئے زندہ کیا اپنے فضلِ لطیف سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم تو اس پر قدرت رکھتا ہے اگرچہ جو حدیث اس معنیٰ میں وارد ہوئی، ضعیف ہے۔

اے عزیز! سُنا تو نے! یہ ہے طریقہ ارکینِ دینِ متین و اساطینِ شرع متین، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت میں، نہ یہ کہ جو معجزہ و خاصہ حضور کا احادیثِ صحیحہ سے ثابت اور اکابر علماء برابر اپنی تصانیفِ معتبرہ مستندہ میں، جن کا اعتبار و استناد آفتابِ نیمروز سے روشن تر ہے، بلانکیر و منکر اس کی تصریح کرتے آئے ہوں اور اس کے ساتھ عقلِ سلیم نے ان پر وہ دلائلِ ساطعہ قائم کئے ہوں جن پر کوئی حرف نہ رکھ سکے، بایں ہمہ اس سے انکار کیجئے اور حقِ ثابت کے رَدّ پر اصرار، حالانکہ نہ اِن حدیثوں میں کوئی سقمِ مقبول و جرحِ معقول ہے وارد، نہ اِن ائمہ کے مستند بادلائل معتمد ہونے میں کلام کر سکو، پھر اس مکابرہ کج بحثی اور تحکم و زبردستی کا کیا علاج، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے، چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات۔

آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے مُنہ سے کہہ دینا، اگر بفرضِ محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اس کی تصریح فرمائی انہیں بھی قابلِ اعتماد نہ مانو اور جو دلائلِ قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی صالحِ التفات نہ کہے جائیں، تاہم انکار کا کیا ثبوت اور وجودِ سایہ کا کس بنا پر، اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمہیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ، مجرد ما و مَن پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف و احسن، وہ انسان ہیں مگر

ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں لست مثلکم میں تم جیسا نہیں۔
رواہ الشیخان وغیرہما لست کہیئتکم میں تمہاری ہیئت پر نہیں" وبروایت ایکم
مثلی "تم میں کون مجھ جیسا ہے" [1]

آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سنا، آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منافی نہیں
کہ اگر سمجھے تو وہ نور علیٰ نور ہیں، پھر اس خیالِ فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی
ہوگا تو ثبوتِ سایہ کا قائل ہونا عقل وایمان سے کس درجہ دور پڑتا ہے ؎

محمد بشر لا کالبشر

بل ھو یاقوت بین الحجر

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

القائے جواب: ایقاظ دفع بعض اوہام وامراض میں، اس مقام پر باوجودیکہ قلب بحمد اللہ
غایت اطمینان وتسلیم پر تھا مگر مرتبہ کاوش وتنقیح میں بوسوسہ ایک خدشہ ذہنِ ناقص میں گزرا
تھا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے اپنے کرمِ عمیم سے فقیر کو اس کا جواب القا فرمایا جس سے
چشمِ تصور کو نور اور دلِ منتظر کو سرور حاصل ہوا، الحمد للہ علی ما اولی والصلوٰۃ والسلام
علیٰ ھٰذا المولیٰ، فاقول وباللہ التوفیق:

احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، حضورِ رسالت
میں نہایت ادب ووقار سے سر جھکائے، آنکھیں نیچے کئے بیٹھے، رعبِ جلالِ سلطانی اُن کے
قلوبِ صافیہ پر ایسا مستولی ہوتا کہ اوپر نگاہ اٹھانا ممکن نہ تھا:

۲ عن مسور بن مخرمۃ ومروان   مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم

---

[1] محمد بن اسماعیل: بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۳ مطبوعہ انجمن نقشبندیہ قصور
مسلم بن الحجاج: مسلم شریف ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

بن الحکم فی حدیث طویل
فی قصۃ الحدیبیۃ ثم
ان عروۃ جعل یرمق
اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بعینیہ قال
فواللہ ما تنخم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ
الا وقعت فی کف رجل منہم
فدلک بہا وجہہ وجلدہ
واذا امرہم ابتدروا امرہ
واذا توضأ کادوا یقتتلون
علی وضوئہ واذا تکلم
خفضوا اصواتہم عندہ
وما یحدون النظر الیہ
تعظیما لہ فرجع عروۃ الی
اصحابہ فقال ای
قوم واللہ لقد وفدت
علی الملوک ووفدت
علی قیصر وکسریٰ و
النجاشی واللہ ان مارأیت ملکا
قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم

حدیبیہ کے طویل مقدمے میں ذکر کرتے
ہیں کہ عروہ اصحاب نبی کو گھور رہا تھا
اس نے کہا کہ بخدا رسول اللہ نے
جب بھی ناک سنکی تو کسی نہ کسی صحابی
کے ہاتھ میں پڑی اور اس نے
اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر
لگائی، جب آپ نے حکم دیا تو
انہوں نے ماننے میں جلدی کی،
جب آپ وضو فرماتے تو وہ وضو
کا پانی لینے پر لڑنے کے قریب
ہوجاتے اور جب گفتگو فرماتے
تو صحابہ اپنی آوازیں پست کر لیتے
اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ
کی طرف نگاہ نہ کر پاتے تھے
تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف
لوٹ آیا اور کہا میں قیصر و کسریٰ و
نجاشی کے درباروں میں آیا،
مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جسکی
تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے
ہوں جیسی محمد کی ان کے صحابی
کرتے ہیں۔

صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد رسول اللہ

اسی وجہ سے حلیہ شریف میں اکثر اکابر صحابہ سے حدیثیں وارد ہیں کہ وہ نگاہ بھر کر نہ دیکھ سکتے بلکہ نظر اوپر نہ اٹھاتے کما سیأتی، بلکہ اس معنٰی میں کسی حدیث کے وُرود کی بھی حاجت کیا تھی، عقلِ سلیم خود گواہی دیتی ہے کہ ادنٰی ادنٰی نوابوں اور والیوں کے حاضرین دربار اُن کے ساتھ کس ادب سے پیش آتے ہیں، اگر کھڑے ہیں تو نگاہ قدموں سے تجاوز نہیں کرتی، بیٹھے ہیں تو زانو سے آگے قدم نہیں رکھتے، خود اس حاکم سے نگاہ چار نہیں کرتے، پس وپیش یا دائیں بائیں دیکھنا تو بڑی بات ہے حالانکہ اس ادب کو صحابہ کرام کے ادب سے کیا نسبت، ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ گراں تھا اور دربارِ اقدس کی حضوری ان کے نزدیک ملک السمٰوات والارض کا سامنا اور کیوں نہ ہوتا کہ خود قرآنِ عزیز نے انہیں صدہا جگہ کان کھول کھول کر سنا دیا کہ ہمارا اور ہمارے محبوب کا معاملہ واحد ہے، اس کا مطیع ہمارا فرمانبردار اور اس کا عاصی ہمارا گنہگار، ان سے اُلفت ہمارے ساتھ محبت اور ان سے رنجش ہم سے عداوت، ان کی تکریم ہماری تعظیم اور ان کے ساتھ گستاخی ہماری بے ادبی، لہٰذا جب ملازمت والا حاصل ہوئی، قلب اُن کے خوفِ خدا سے ممتلی اور گردنیں خم اور آنکھیں نیچی اور آوازیں پست اور اعضا ساکن ہو جاتے۔ ایسی حالت میں نظر ایں و آں کی طرف کب ہو سکتی ہے جو سایہ کے عدم یا وجود کی طرف خیال جائے اور بالضرور ایسے سراپا ادب، ہمہ تن تعظیم لوگوں کی نگاہ، اپنے عرش پائے گاہ کی طرف بے غرض مہم نہ ہوگی، اس حالت میں نفس کو اس مقصود کی طرف توجہ ہوگی، مثلاً نظارہ جمال باکمال یا حضور کا مطالعہ افعال و اعمال، تاکہ خود ان کا اتباع کریں اور غائبین تک روایت

۱؎ علامہ جلال الدین سیوطی : خصائص کبرٰی ج۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، لائل پور

پہنچائیں کہ وہ حاملانِ شریعت تھے اور راویانِ ملت اور حاضری دربارِ اقدس سے ان کی غرض اعظم یہی تھی، جب نگاہ اس رعب وہیبت اور اس ضرورت وحاجت کے ساتھ اُٹھے تو عقل گواہ ہے کہ ایسی حالت میں اِدھر اُدھر دھیان نہیں جائے گا کہ قامتِ اقدس کا سایہ ہمیں نظر نہ آیا، آخر نہ سُنا کہ ایک اُن کا نماز میں مصروف ہوتا، تکبیر کے ساتھ 'دونوں جہاں سے ہاتھ اٹھاتا، کوئی چیز سامنے گزرے، اطلاع نہ ہوتی اور کیسا ہی شور وغوغا ہو، کان تک آواز نہ جاتی یہاں تک کہ مسلم[1] بن یسار، کہ تابعین میں ہیں، نماز پڑھتے تھے، مسجد کا ستون گر پڑا، لوگ جمع ہوئے، شور وغوغا ہوا، انہیں مطلق خبر نہ ہوئی، یہی حالت صحابہ کی حضورِ رسالت میں تھی اور دربارِ نبوت میں بارگاہ عزت باری۔

اے عزیز! زیادہ غوص بے کار ہے، تو اپنے ہی نفس کی طرف رجوع کر، اگر کسی مقام پر عالمِ رعب وہیبت میں تیرا گذر ہوا ہو، وہاں جو کچھ پیش نظر آتا ہے اسے بھی اچھے طور پر ادراک کامل نہیں کر سکتا، نہ امر معدوم کی طرف خیال کیا جائے کہ مثلاً اگر تجھے کسی والیٔ ملک سے ایسی ضرورت پیش آئے جس کی فکر تجھے دنیا ومافیہا پر مقدم ہو اور اس کے دربار تک رسائی کر کے اپنا عرضِ حال کرے تو تجھے اول تو رعبِ سلطانی، دوسرے اپنی اس ضرورت کی طرف قلب کو نگرانی ہر چیز کی طرف توجہ سے مانع ہوں گے، پھر اگر تو واپس آئے اور تجھ سے سوال ہو، وہاں دیواروں میں سنگِ موسلے تھا یا سنگِ مرمر اور تخت کے پائے سیمیں تھے یا زریں اور مسند کا رنگ سبز تھا یا سُرخ؛ ہرگز ایک بات کا جواب نہ دے سکے گا بلکہ خود اسی بات کو پوچھا جائے کہ بادشاہ کا سایہ تھا یا نہ تھا، تو اگرچہ اس قیاس پر کہ سب آدمیوں کیلئے ظل ہے، ہاں کہہ دے مگر اپنے معائنے سے جواب نہ دے سکے گا۔

صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر تو اول روزِ ملازمت سے تا آخرِ حیات جو کیفیت رعب وہیبت کی طاری رہی، ہماری عقولِ ناقصہ اس کی مقدار کے ادراک سے بھی عاجز ہیں، پھر ان کی نظر اوپر اُٹھ سکتی اور چپ وراست دیکھ سکتی کہ سائے کے

---

[1] الشیخ عبدالقادر جیلانی : غنیۃ الطالبین ص ۱۰۹ مطبع مصطفی البابی، مصر

عدم یا وجود پر اطلاع ہوتی۔

ثم اقول اپنے نفس پر قیاس کر کے گمان نہ کرنا چاہیئے کہ بعد مرورِ زمان و تکرر حضور کے ان کی اس حالت میں کمی ہو جاتی بلکہ بالیقین روز بروز زیادہ ہوتی کہ باعث اس پر دو امر ہیں، ایک خوف کہ اس عظمت کے تصور سے پیدا ہو جو اس سلطانِ دو عالم کو بارگاہِ ملک السمٰوات والارض جل جلالہٗ میں حاصل ہے، دوسری محبتِ ایمانی کہ مستلزم خشوع کو اور منافی جرأت و بے باکی اور ظاہر کہ جس قدر دربارِ والا میں حضوری زائد ہوتی، یہ دونوں امر جو اس پر باعث ہیں، بڑھتے جاتے، حضور کے اخلاق و عادات اور رحمت و الطاف معائنے میں آتے، حسن و احسان کے جلوے ہر دم لطفِ تازہ دکھاتے، قرآن آنکھوں کے سامنے نازل ہوتا اور طرح طرح سے اس بارگاہ کے آداب سکھاتا کہ:

آدابِ بارگاہ ہمارا ان کا معاملہ واحد ہے، جو اُن کا غلام ہے وہ ہمارا قائد ہے، ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل حبط ہو جاتے ہیں، انھیں نام لے کر پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں، اپنے جان و دل کا انھیں مالک جانو، ان کے حضور زندہ بدست مردہ ہو جاؤ، ہمارا ذکر اُن کی یاد کے ساتھ ہے، ان کا ہاتھ بعینہٖ ہمارا ہاتھ ہے، ان کی رحمت ہماری مہر، ان کا غضب ہمارا قہر، جس قدر ملازمت زیادہ ہوتی حضور کی عظمت و محبت ترقی پاتی اور وہ حال مذکور یعنی خشوع و خضوع و رعب، ہیبت روز افزوں کرتی قال تعالیٰ زادتهم ایمانا اور ایمان حضور کی تعظیم و محبت کا نام ہے کما لا یخفیٰ۔

مقدمۂ ثانیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پُر ظاہر کہ آدمی بلا وجہ کسی بات کے درپئے تفتیش نہیں ہوتا اور جو بات عام و شامل ہوتی ہے اور تمام آدمی اس میں یکساں کسی شخص خاص میں بالقصد اس کی طرف غور نہیں کرتا مثلاً ہر ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہونا ایک امر عام ہے لہٰذا بلا سبب کسی آدمی کی انگلیوں کو کوئی شخص اس مقصدِ خاص سے نہیں دیکھتا کہ اس کی انگلیاں پانچ ہیں یا کم، ہاں اگر پہلے سے

سن رکھا ہو کہ زید کی انگلیاں چار ہیں یا چھ تو اس صورت میں البتہ بقصدِ مذکور نظر کی جائے گی
اسی طرح سایہ ایک امر عام شامل ہے، اگر بعض آدمیوں کا سایہ پڑتا اور بعض کا نہیں تو البتہ
بیشک خیال جانے کی بات تھی کہ دیکھیں حضور کے بھی سایہ ہے یا نہیں نہ اس سے کوئی امر
دینی مثل اتباع و اقتدار کے متعلق تھا کہ اس کے خیال سے بالقصد اس طرف لحاظ کیا جاتا۔
ہاں ایسی صورت میں ادراک کا طریقہ یہ ہے کہ بے قصد و توجہ خاص نظر پڑ جائے اور
وہ صورت بعد تکرر مشاہدہ ذہن میں منقش اور مثل مربیات قصدیہ کے خزانہ خیال میں مخزون
ہو جائے مثلاً زید کہ ہمارا دوست ہے، ہم اپنے مشاہدے کی رُو سے بتا سکتے ہیں کہ اس کے
ہر ہاتھ کی انگلیاں پانچ ہیں اگرچہ ہم نے کبھی اس قصد سے اس کے ہاتھوں کو نہیں دیکھا ہے
مگر ہم نے اس کے ہاتھوں کو بارہا دیکھا ہے، وہ صورت خزانہ میں محفوظ ہے، نفس اسے
اپنے حضور حاضر کر کے بتا سکتا ہے لیکن ہم مقدمۂ اولیٰ میں ثابت کر آئے ہیں کہ یہ طریقہ
ادراک وہاں معدوم تھا کہ رعب و ہیبت اور امورِ مہمہ کی طرف توجہ اور حضور کے استماعِ
اقوال و مطالعۂ افعال ہمہ تن صرفِ ہمت اور نگاہ کا بسبب غایت ادب و خوفِ الٰہی
کے اپنے زانو و پشتِ پا سے تجاوز نہ کرنا، اِس ادراکِ بلا قصد سے مانع قوی تھا علی الخصوص
کسی شے کا عدم کہ وہ تو کوئی امر محسوس نہیں جس پر بے ارادہ بھی نگاہ پڑ جائے اور نفس
اسے یاد رکھے، یہاں تو جب تک خیال نہ کیا جائے ، علمِ عدم حاصل نہ ہوگا، آدمی
جب ایسے مقام رعب و ہیبت اور قلب کی مشغولی و مشغوفی میں ہوتا ہے تو کسی چیز کی
عدمِ رؤیت سے اس کے عدم پر استدلال نہیں کرتا اور جب اذہان میں بنا بر عادت
اس کا عموم و شمول متمکن ہوتا ہے تو برخلافِ عادت اس کے معدوم ہونے کی طرف
خیال نہیں جاتا بلکہ اس سے اگر تفتیش کی جائے اور اس امر کی طرف خیال دلایا جائے تو
خواہ مخواہ اس کا گمان اس طرف مسارعت کرتا ہے کہ جب یہ امر عام ہے تو ظاہراً یہاں
بھی ہوگا۔ میرا نہ دیکھنا کچھ نہ ہونے پر دلیل نہیں، میری نظر میں نہ آنا اِس وجہ سے تھا کہ

اول میری نگاہ اِدھر اُدھر نہ اٹھتی تھی اور جو اٹھی بھی تو بہزار رعب، ہیبت و نفس کے مرد بگز بیطر
صرف ہمت کے ساتھ ایسی حالت میں کیسے کہہ سکوں کا کہتا کہ نہ تھا۔

ثم اقول: یہ کیفیت تو اس وقت کی تھی جب صحابہ کرام حضور سے ملاقی ہوتے اور جو ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہوتے تو وہاں باوجود ان وجوہ کے ایک وجہ اور بھی تھی کہ غالب اوقات صحابہ کرام کو آگے چلنے کا حکم ہوتا اور حضور ان کے پیچھے چلتے۔

ترمذی نے شمائل کی حدیثِ طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا یسوق اصحابہ[1] یعنی حضور والا صحابہ کرام کو اپنے آگے چلاتے۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا:۔

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یطأ عقبہ رجلان[2]

حاصل یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ دو آدمی بھی حضور کے پیچھے چلے ہوں۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا:۔

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمشون امامہ و یکون ظہرہ للملٰئکۃ[3]	اصحاب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشتِ اقدس فرشتوں کے لئے چھوڑتے۔

دارمی نے بہ اسنادِ صحیح مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] ابو عیسےٰ ترمذی : شمائلِ ترمذی ص ۲ مطبع امین کمپنی، دہلی

[2] امام احمد بن حنبل : مسند احمد بن حنبل ج۲ ص ۱۶۵ مطبوعہ مکتبۃ الاسلامی، بیروت

[3] عبداللہ بن یزید ربعی : سنن ابن ماجہ مطبوعہ ایم ایچ سعید اینڈ کمپنی، کراچی ص ۲۲

[4] اس حدیث کو معنیً ابن ماجہ، احمد بن حنبل اور صاحبِ موارد الظمآن نے روایت کیا ہے۔ ج۳ ص ۳۳۲

نے فرمایا خلوا ظهری للملئکة "میری پیٹھ فرشتوں کے لئے چھوڑ دو" [1]

بالجملہ ہماری اس تقریر سے جو بالکل وجدانیات پر مشتمل ہے، کوئی شخص اگر مکابرہ نہ کرے، بالیقین اس کا دل ان سب کیفیات کے صدق پر گواہی دے، بخوبی ظاہر ہو گیا کہ ظاہراً اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف نہ گیا اور اس معجزے کی انہیں اطلاع نہ ہوئی اور اگر بر سبیلِ تنزل ثابت و مبرہن ہو جانا نہ مانئے تو اِن تقریروں کی بناء پر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ اطلاع کا احتمال قوی ہے، قوت بھی جانے دو اتنا ہی سہی کہ شک واقع ہو گیا، پھر یہی استدلال منکر کہ اگر ایسا ہوتا تو مثل حدیثِ ستونِ حنانہ مشہور و مستفیض ہوتا، کب باقی رہا خصم کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے عدمِ شہرت بسبب عدمِ اطلاع کے ہو کما ذکرنا و باللہ التوفیق۔

مقدمۂ ثالثہ: ہماری تنقیح سابق سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل کسی کو اس معجزے پر اطلاع نہ ہو اور کوئی اِسے روایت نہ کرے، صغیر السّن بچوں کو بعض اوقات اِس قسم کی جرأتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اُسی طریقہ سے جو ہم نے مقدمۂ ثانیہ میں ذکر کیا، اِدراک کر سکتے ہیں، اسی سبب سے اکثر احادیث حلیہ شریفہ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مشتہر ہوئیں، نہ اکابر صحابہ سے،

ترجمۂ ابنِ ابی ہالہ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:۔

وکان ربیب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخا لفاطمة وخال الحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم فکان لصغرہ یتشبع من النظر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویدیم النظر لوجھہ لکونہ عندہ داخل بیتہ فلذا اشتھر وصف

---

[1] ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن : سننِ دارمی ج ۱ ص ۲۹ دار المحاسن للطباعة، قاہرہ

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عنہ دون غیرہ من کبار الصحابۃ

رضی اللہ عنہم فانہم لکبرھم کانوا یھابون اطالۃ النظر الیہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاحاط بہ نظرہ احاطۃ الھالۃ

بالبدر والاکمام بالتمر ھنیئا لہ مع ان ما قالہ قطرۃ من بحرہ[1]

اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما زمانۂ نبوّت میں صغیر السّن تھے اور ان کا شمار بہ اعتبارِ عمر اصاغر صحابہ میں ہے اگرچہ بہ برکت سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم و فقاہت میں اکثر شیوخ صحابہ پر مقدم تھے۔

وعلی تفنن واصفیہ بوصفہ

یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف[2]

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

مقدمۂ رابعہ : صحابۂ کرام میں ہزاروں ایسے ہیں جنہیں طولِ صحبت نصیب نہ ہوا اور بہت ایسے ہیں جنہوں نے سوائے مجامعِ عظیم کے شرفِ زیارت نہ پایا۔ غیر مدینہ کے گروہ کے گروہ حاضر ہوتے اور عرصۂ قلیلہ میں واپس جاتے، ایسی صورت اور مجمع کی کثرت میں موقع سایہ پر نظر اور اس کے ساتھ عدمِ سایہ کی طرف خیال جانا کیا ضرور، ظاہر ہے کہ مجمع میں سایہ ایک کا دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا اور کسی شخص خاص کی نسبت امتیاز کرنا کہ اس کے لئے ظل ہے یا نہیں، دشوار ہوتا ہے، علاوہ بریں یہ کس نے واجب کیا کہ ان اوقات پر حضور والا دھوپ یا چاندنی میں جلوہ فرما ہوں، کیا مدینہ طیبہ میں سایہ دار مکان نہ تھے یا مسجد شریف کہ اکثر وہیں تشریف رکھتے، بے سقف تھی۔

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی : نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۷

[2] ایضاً

احادیث سے ثابت کہ سفر میں صحابہ کرام حضور کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے اور جو کہیں سایہ نہ ملا تو کپڑے وغیرہ کا سایہ کر لیا جیسا کہ روزِ قدومِ مدینہ طیبہ سیدنا ابی بکر صدیق اور حجۃ الوداع میں واقع ہوا اور قبل از بعثت تو ابر سایہ کے لئے متعین تھا ہی، جب چلتے ساتھ چلتا اور جب ٹھہرتے ٹھہر جاتا اور ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ان کے غلام میسرہ نے فرشتوں کو سرِ اقدس پر سایہ کرتے دیکھا اور سفرِ شام میں آپ کسی حاجت کو تشریف لے گئے تھے، لوگوں نے پیڑ کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور دھوپ میں بیٹھ گئے، سایہ حضور پر جھک گیا، بحیرا عالمِ نصاریٰ نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف جھکتا ہے اور بعض اسفار میں ایک درخت خشک و بے برگ کے نیچے جلوس فرمایا، فوراً زمین حضور کے گرد کی سبزہ زار ہو گئی اور پیڑ ہرا ہو گیا، شاخیں اسی ساعت بڑھ گئیں اور اپنی کمال بلندی کو پہنچ کر سائے کے لئے حضور پر پلٹ آئیں۔ چنانچہ یہ سب حدیثیں کتبِ سیر میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

اب رہے وہ لوگ جنہیں طولِ صحبت روزی نہ ہوا اور حضور کو آفتاب یا ماہتاب یا چراغ کی روشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ مجمع بھی کم تھا اور موقع سایہ پر بالقصد نظر بھی کی اور ادراک کیا کہ جسمِ انور ہمسائگی سایہ سے دور رہے اور ظاہر ہے کہ ان سب کا احساس وانکشاف جن لوگوں کے لئے ہوا ہے، وہ بہت کم ہیں، جن کے واسطے نہ ہوا پھر اس طائفہ قلیلہ سے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص یا اکثر اس معجزے کو روایت کرے، ہم نہیں تسلیم کرتے کہ مجرد خرقِ عادت باعث توفر دواعی ونقل جمیع اکثر حاضرین ہے۔

خادمِ حدیث پر کالشمس فی نصف النہار روشن کہ صدہا معجزاتِ قاہرہ حضور سے غزوات واسفار ومجامع عامہ میں واقع ہوئے کہ سینکڑوں ہزاروں آدمیوں نے ان پر اطلاع پائی مگر ان کی ہم تک نقل صرف آحاد سے پہنچی۔

واقعہ حدیبیہ میں انگشتانِ اقدس سے پانی کا دریا کی طرح جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا علی اختلاف الروایات اسے پینا اور وضو کرنا اور بقیہ توشہ کو جمع کر دعا فرمانا اور

اس سے لشکر کے سب برتن بھر دینا اور اسی قدر باقی بچ رہنا، ایسے معجزات میں ہیں اور بالضرور چودہ پندرہ سو آدمی سب کے سامنے اس کا وقوع ہوا اور سب نے اس پر اطلاع پائی مگر ان میں سے چودہ نے بھی اسے روایت نہ فرمایا۔

فقیر نے کتبِ حاضرۂ احادیث خصوصاً وہ کتابیں سِیَر و فضائل کی جن کا موضوع ہی اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ہے مانند شفائے قاضی عیاض و شرح خفاجی و مواہبِ لدنیہ و شرح زرقانی و مدارج النبوۃ و خصائصِ کبریٰ علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہا مطالعہ کیں، پانچ سے زیادہ راوی اِس واقعے کے نہ پائے، اسی طرح ردِّ شمس یعنی غروب ہو کر سورج کا لَوٹ آنا اور مغرب سے عصر کا وقت ہو جانا جو غزوۂ خیبر میں مولےٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ کے لئے واقع ہوا کیسی عجیب بات ہے کہ عدمِ ظل کو اس سے اصلاً نسبت نہیں اور اِس کا وقوع بھی ایک غزوہ میں ہوا کما ذکرنا اور تعداد لشکرِ خیبر کی سولہ سو، بالضرور یہ سب حضرات اس پر گواہ ہوں گے کہ ہر نمازی مسلمان خصوصاً صحابۂ کرام کو بہ غرض نماز آفتاب کے طلوع و غروب زوال کی طرف لاجرم نظر ہوتی ہے۔

توریت میں وصف اس امّتِ مرحومہ کا رعاۃ الشمس کے ساتھ وارد ہوا کما رواہ ابو نعیم عن کعب الاحبار عن سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی آفتاب کے نگہبان کہ اس کے تبدل احوال اور شروق و اُفول و زوال کے جویاں و خبرگیراں رہتے تھے، جب آفتاب نے غروب کیا ہو گا بالضرور تمام لشکر نے نماز کا تہیّہ کیا ہو گا، دفعۃً شام سے دن ہو گیا اور خورشید الٹے پاؤں آیا، کیا ایسے عجیب واقعہ کو دریافت نہ کیا اور نہ معلوم ہوا ہو گا کہ اس کے حکم سے لوٹا ہے جسے قادرِ مطلق کی نیابتِ مطلقہ اور عالمِ علوی میں دستِ بالا حاصل ہے (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) لیکن اس کے سوا اگر کسی صاحب کو معلوم ہو کہ اتنی بڑی جماعت سے دو چار آدمیوں نے اور بھی اس معجزے کو روایت کیا تو نشان دیں۔

بالجملہ یہ حدیث واہیہ ہے جس کی بنا پر ہم عقل و نقل و اتباع حدیث و علماء کو

ترک نہیں کرسکتے، کیا یہ اکابر اس قدر تو سمجھتے تھے یا انہوں نے دیدہ و دانستہ خدا اور رسول پر افترا گوارا کیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بلکہ جب ایک راوی اس حدیث عدمِ ظل کے ذکوان ہیں اور وہ خود صالح سمان زیات ہوں یا ابوعمرو مدنی مولائے صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ستردد فی الزرقانی، بہر تقدیر تابعی ثقہ معتمد علیہ ہیں کما ذکرہ ایضاً و...... اور تابعین و علماء ثقات اہلِ ورع و احتیاط سے مظنون یہی ہے کہ غالب حدیث کو مرسلاً اسی وقت ذکر کریں گے، جب انہیں شیوخ و صحابہ کثیرین سے اسے بکثر مرتبہ قرب و یقین حاصل کر لیا ہو۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ درصورت اسناد صدق و کذب سے اپنے آپ کو غرض نہ رہی، جب ہم نے کلام کو اس کی طرف نسبت کر دیا جس سے سنا ہے تو ہم بری الذمہ ہو گئے بخلاف اس کے کہ اس کا ذکر ترک کریں اور خود لکھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا، ایسا فرمایا، اس صورت میں بار اپنے سر پر رہا تو عالمِ ثقہ، متورع، محتاط، بے کثرتِ سماع و اطمینان کلی قلب کے ایسی بات سے دور رہے گا۔ اس طور پر ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سایہ نہ ہونا بہت صحابہ نے دیکھا اور ان سب سے ذکوان کو سماع حاصل ہوا اگرچہ ان کی روایات ہم تک نہ پہنچیں۔

ھٰکذا ینبغی ان یفہم المقام و ینقح المرام واللہ ولی الفضل والتوفیق والانعام ھٰذا وقد بقی بعد خبایا فی زوایا الکلام لعلہا یفوز بہا فکر وھٰذا کلہ وقد وجد مما الھمنی ربی بفضل منہ ونعمۃ لا یجد من قلبی ان ربی لذو فضل عظیم انہ ھو الرؤف الرحیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم وظنی انی بحمد ربی الجلیل قد اثبت فی المسئلۃ ما یشفی العلیل و یروی الغلیل ولا یخل بالکثیر ولا بالقلیل واللہ یقول الحق وھو یہدی السبیل انہ حسبی ونعم الوکیل اسألہ ان یجنبنی بہا وکل من زل زلۃ و یجعلہا ظلا ظلیلا علی رؤسنا یوم لا ظل الا ظلہ وان یصلی علی ابہی اقمار الرسالۃ وابہرھا واسنی شموس الکرامۃ وانوارھا الذی

لم یکن لہ ظل فی شمس ولا قمر و فدیات وصلہ و علی صحبہ و آلہ متظللین
باذیالہ و الداعین الی نعم اظلالہ و علینا معہم اجمعین برحمۃ انہ رؤف
رحیم و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ہ

ختم شد

کتبِ ماخذ

	نام کتاب	نام مصنّف
۱۔	شفا شریف	قاضی عیاض
۲۔	خصائصِ کبریٰ	جلال الدّین سیوطی
۳۔	شرح شمائلِ ترمذی	مُلّا علی قاری

ھُدی الحیران

فی نفی الفیئ عن سید الاکوان

مُصنّفہ

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله حمدا انتجلی بها ظلمات الأوهام والصلوٰة والسلام
علیٰ سیدنا محمد قمر التمام وعلیٰ آلہ و اصحابہ مصابیح الظلام و علی
المهتدین بانوارهم الیٰ یوم القیام۔
و بعد فقال العبد الملتجی الیٰ ربہ القوی عن شر کل غوی و غبی
عبدہ المذنب **احمد رضا** المحمدی ملة والسنی عقیدة والحنفی عملا و
القادری البرکاتی الاحمدی طریقة و انتسابا و البریلوی مولدا و موطنا والمدنی
البقیعی ان شاء اللہ مدفنا و محشرا فالعدنی الفردوسی برحمة اللہ منزلا و مدخلا
مستنیرا بانوار الهدایة و الیقین حاسما لخدشات الظن و التخمین بک
یا ربنا فی کل باب نستعین ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

فصلِ اوّل

بحول و قوتِ ربّانی پر اتکار و اتکال کی عروۂ وثقیٰ دستِ التجا میں مضبوط تھام کر
پیش از جوابِ مفصل چند مقدمات ایسے تمہید کرتے ہیں جن سے بعون اللہ تعالیٰ ارتفاعِ نزاع
بہ آسانی بن پڑے۔

عزیزانِ حق طلب! اگر عقلِ سلیم کا دامن ہاتھ سے نہ دیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ
انہی شمعوں کی روشنی میں ٹھیک ٹھیک شاہراہِ صواب پر ہولیں گے اور کلفتِ خارزار اور
آفتِ یمین و یسار سے بچتے ہوئے تجلّئ ہدایت میں نور کے تڑکے ٹھنڈے ٹھنڈے منزل

تحقیق پر غیرت زن ہوں گے اور جو تعصب اور سخن پروری کا سامنا ہے تو ہم پر کیا الزام ہے کہ جلتے ریت پر چلانا، بلا کے کانٹوں میں پھنسانا، اندھے کو دن میں گرانا اُن دو آفت جان دشمن دین و ایمان کا قدیمی کام ہے۔ وباللہ التوفیق وبہ الوصول الیٰ ذروۃ التحقیق۔

مقدمۂ اولیٰ: جب دو چیزوں میں عقل یا نقل ملازمت ثابت کرے تو بحکم قضیۂ لزوم، بعد ثبوتِ ملزوم تحقق لازم خود محقق و معلوم، اور تجشم دلیل کی حاجت معدوم، اسی طرح بعد انتفائے لازم انعدامِ ملزوم آپ ہی مفہوم، کما ھو غیر خاف ولا مکتوم، اور اسی ملازمتِ واقعہ کے باعث مرتبۂ ادراک میں بھی بعد علم باللزوم وجودِ لازم و انتفائے ملزوم، تحققِ ملزوم و عدمِ لازم کا شک و وہم وظن و یقین و تکذیب میں تابع رہتا ہے، مثلاً جسے وجودِ ملزوم پر تیقن کامل ہوگا اس کے نزدیک ثبوتِ لازم بھی قطعی یقینی ہوگا اور ظان و شاک و واہم کے نزدیک مظنون و مشکوک و موہوم ہوگا اور یہ معنیٰ بدیہیاتِ باہرہ سے ہیں۔

مقدمۂ ثانیہ: دعاوی و مقاصد خواہشِ ثبوت میں متساویۃ الاقدام نہیں بعض ایسے درجۂ اہتمام و رفعتِ مقام میں ہیں کہ جب تک نصِ صحیح صریح متواتر قطعی الدلالۃ ہر طرح کے شکوک و اوہام سے منزہ و مبرا نہ پایا جائے ہرگز پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتے، احادیثِ آحاد اگرچہ بخاری و مسلم کی ہوں، ان کے لئے کافی نہ ہوں گی۔

اسی قبیل سے ہے اطلاق الفاظِ متشابہات کہ حضرتِ عزت میں اصح الکتب سے ثابت مگر عدمِ تواتر مانع قبول اور حلال و حرام کی جب بحث آئے تو احادیثِ ضعیفہ سے کام نہ لیں گے اور فضائل اعمال و مناقبِ رجال میں دائرہ کو خوب توسیع دیں گے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ثابت الاصل کے مؤیدات و ملائمات میں چنداں اہتمام منظور نہیں، مثلاً ہمیں یقینیات سے معلوم ہو چکا کہ ذکرِ الٰہی و تکبیر و تہلیل و نماز و درود وغیرہا اعمالِ صالحہ محمودہ ہیں، اب خاص صلوٰۃ التسبیح کی حدیث درجۂ صحت تک پہنچانا ضرور نہیں، یا نصوصِ قرآنیہ و احادیثِ متواترۃ المعنیٰ ہمیں ارشاد فرما چکیں کہ صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین سب اربابِ فضائل و علوِ شان و

رفعتِ مکان اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندگانِ مقبول وبہترین اُمتیاں ہیں۔

اب خاص حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بخاری ومسلم ہی پر مقصور نہیں، اسی قبیل سے ہے بابِ معجزات وخوارقِ عادات کہ حضورِ اقدس خلیفۂ اعظم بارگاہِ قدرت سے صدورِ آیات ومعجزات اور ملکوت السمٰوات والارض میں حضور کے ظاہر و باہر تصرفات، قاطعات یقینیہ سے ثابت، تو اب شہادتِ ظلی یا عدمِ ظل کا ثبوت صحاح ستہ ہی پر محصور نہیں، علماء نے تو بابِ خوارق میں غرابتِ متن پر بھی خیال نہ کیا اور حدیث کو باوجود ایسے خدشہ کے حسن ومقبول رکھا امام اجل ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی کتاب المائتین میں حدیثِ حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضورِ پُر نور سے مہدِ اقدس میں چاند باتیں کرتا اور جدھر اشارہ فرماتے جھک جاتا، ذکر کرکے فرماتے ہیں :۔

ھٰذا حدیث غریب الاسناد و المتن وھو فی المعجزات

حسن اھ اثرہ الامام العلامۃ القسطلانی فی المواھب۔

علامہ زرقانی شرح میں لکھتے ہیں :۔

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام

و العقائد مالم یکن موضوعا[1]

مقدمۂ ثالثہ : علماء کی تلقی بالقبول کو ایراثِ قوت میں اثرِ عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف واعلم تھے، ہماری ان کی کوزہ ومحیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں، وہ سمائے علوم کے بدرِ منیر اور ہم عامی انہیں کی روشنیوں سے مستنیر، جب وہی ایک امر کو سلفاً وخلفاً مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے و فی مثل ذٰلک یقول الامام العلامۃ العارف الربانی سیدی عبدالوھاب الشعرانی فی المیزان

---

[1] محمد زرقانی : زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۱۴۷

ان ھٰؤلاء الائمۃ الذین توقفت عن العمل بکلامھم کانوا اعلم منک واورع بیقین فی جمیع ما دونوہ فی کتبھم لاتباعھم واذا ادعیت انک اعلم منھم نسبک الناس الی الجنون او الکذب جحدا و عنادا وقد افتی علماء سلفک بتلک الاقوال التی تراھا انت ضعیفۃ ودانوا اللّٰہ تعالٰی بھا حتی ماتوا فلا یقدح فی علمھم وورعھم جھل مثلک بمنازعھم وخفاء مدارکھم ومعلوم بل مشاھد ان کل عالم لا یضع فی مؤلفہ مادۃ الا ما تعب فی تحریرہ ووزنہ بمیزان الادلۃ والقواعد الشرعیۃ وحررہ تحریر الذھب والجواھر فایاک ان تنقبض نفسک من العمل بقول من اقوالھم اذا لم تعرف منزعہ فانک عامی بالنسبۃ الیھم والعامی لیس من مرتبتہ الانکار علی العلماء لانہ جاھل اھ[1] (ترجمہ ص۱۷۱ پر دیکھئے)

فقیر غفر اللّٰہ تعالٰی لہٗ کا فتوائے سابق کہ اسی بارہ میں لکھ چکا ہوں، پیشِ نگاہ رکھ کر ان مقدمات میں امعانِ نظر کیجئے تو بحمد اللّٰہ تمام شکوک واوہام ہباءً منثورا ہو جاتے ہیں، ہاں میں بھولا، ایک شرط اور بھی درکار ہے، وہ کیا، عقل کا اتباع اور تعصب سے امتناع، مگر یہ دولت کسے ملے، جسے خدا دے۔

یہاں تک تو اجمال کی غنچہ بندیاں تھیں اور تفصیل کی بہارِ گلفشانی پسند آئے تو لیجئے بگوشِ ہوش وقلبِ شہید وانصاف کوشِ استماع کیجئے رب ارحم من انصف واھد عنید اخالف۔

قولہ: صرف حکیم ترمذی نے کہ غیر صاحبِ صحیح اور شخص دیگر ہیں، اپنی کتاب نوادر الاصول میں روایۃً کہا ہے ولم یکن لہ ظل لا فی الشمس ولا فی القمر۔

---

[1] امام عبدالوہاب شعرانی : میزان الشعرانی (اردو) ج۱ ص۱۶۵ مطبوعہ گلزار ہند سٹیم پریس، لاہور

اقول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مجیب کے اس سارے جواب کا مبنٰے صرف اسی زعمِ فاسد پر ہے جو قصورِ نظر سے ناشی۔ حکیم ترمذی نے تو اس حدیث کو ذکوان تابعی سے مرسلاً روایت کیا اور اسے موصولاً مع زیادتِ مفیدہ حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کرنے والے امامِ جلیل حبرِ نبیل حجۃ اللہ فی الارضین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت امامِ ہمام عبداللہ بن مبارک قدس سرہ المتبرک جن کی جلالتِ شان وغزارتِ علوم آفتابِ نیم روز سے اظہر و ازہر، امامِ اجل احمد بن حنبل و امامِ سفیٰن ثوری و امام یحییٰ بن معین و ابوبکر بن ابی شیبہ و حسن بن عرفہ وغیرہم اکابر ائمہ محدثین، فنِ حدیث میں اس جناب رفعت قباب کے شاگردانِ مستفیض ہیں اور کتابوں پر اگر نظر نہ ہو تو شاہ صاحب کی بستان ہی دیکھئے، کیا کچھ مدائح اس جناب کے لکھ کر مستوجب رحمتِ الٰہی ہوئے ہیں۔

ان کے بعد اس حدیث کے راوی امام علامہ شمس الدین ابوالفرج ابن الجوزی ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کہ کتاب الوفاء میں اسے روایت فرمایا[1]، فنِ حدیث میں ان کی دستگاہِ کامل کسے معلوم نہیں خصوصاً برعکسِ امام ابوعبداللہ حاکم جرح وتضعیف پر حرص شدید رکھتے ہیں، پھر جس حدیث پر یہ اعتماد کریں ظاہر ہے کہ کس درجہ قوت میں ہوگی پس با وجود تعددِ طرق وکثرتِ مخرجین، حدیث کو صرف روایتِ حکیم کہنا محض باطل، اور باطل پر جو کچھ مبنی، سب حلیہ صواب سے عاطل، اور معلوم نہیں لفظ "روایۃً" کس غرض سے بڑھایا، ظاہراً اعضال یا تعلیق کی طرف اشارہ فرمایا کقول القائل روی کذا وذکر عن زید عن عمرو کذا کہ مقصودِ مجیب حدیث کو بے اعتبار ٹھہرانا ہے تو بشہادتِ سوق وہی الفاظ لائے جائیں گے جو مقصود کے ملائم ومؤید ہوں نہ وہ کہ ایک قسم کی بے اعتباری کو دفع کریں اور اعتبار سے اصلاً منافات نہ رکھیں، حالانکہ محدثین کے نزدیک تخریج وروایت کا ایک ہی مفاد اور ذکرِ اسناد دونوں جگہ مراد کما تفصح عنہ کلمات العلماء الامجاد، پس اگر اس اصطلاحِ محدثین پر اطلاع نہ تھی تو مقصود سے بیگانہ لفظ کی زیادت کیوں ہوئی اور ایسے مؤاخذے سے توہم ضروری بھی نہیں سمجھتے کہ

[1] ابن جوزی : کتاب الوفاء ص ۴۰۷ مکتبہ نوریہ رضویہ ، لاہور

روایت حکیم کی نقل میں کمی بیشی واقع، ان کے پاس لفظِ حدیث یوں ہیں :-

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن لہ ظل فی شمس ولا قمر[1]

قولہ : مگر محدثانِ اعلام نے اس کتاب کو معتبر نہیں مانا ہے۔

اقول : جب اس کتاب کے سوا اور ائمۂ اعلام نے بھی حدیث کو روایت فرمایا تو اس کتاب کا غیر معتبر ہونا کیا مضرت رکھتا ہے، معہذا غیر معتبر ماننے کے یہ معنیٰ کہ اس کی ہر روایت کو باطل سمجھا، جب تو محض غلط، نہ کوئی محدث اس کا قائل، خود اکابر محدثین اسی نوادر الاصول بلکہ فردوس دیلمی سے جس کا حال نہایت ہی ردی ہے، تو وہ روایتیں اپنی کتب میں لاتے اور ان سے احتجاج و استناد فرماتے ہیں کما لایخفیٰ علیٰ من طالع کتب القوم اور جو یہ مقصود کہ اس میں روایاتِ منکرہ و باطلہ بھی موجود ہیں تو بیشک مسلّم، مگر اس قدر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری کتاب مطروح و مجروح ٹھہرے اور اس کی کسی حدیث سے استناد جائز نہ رہے، آخر علمائے سلف احادیثِ نوادر و روایاتِ فردوس سے کیوں تمسک کرتے ہیں اور جب وہ اس سے باز نہ رہے تو ہم کیوں ممنوع رہیں گے، خود ہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے والد و اساتذہ و مشائخ شریعت و طریقت اپنی تصانیف میں احادیثِ کتبِ مذکورہ ذکر اور اُن سے استدلال کرتے ہیں۔

اب یہ کہئے گا کہ جب کتاب مخدوش و مخلوط ہو چکی تو ہر حدیث پر احتمالِ ضعف قائم، تو اس سے احتجاج اسی کو رَوا ہو گا جو بصیر و عارف اور نشیب و فرازِ فن سے واقف ہے۔

اقول : اب ہمارے مطلب پر آ گئے، حدیث عدم ظل سے بھی ہم عامیوں نے استدلال نہ کیا بلکہ یہی ائمہ شان ارباب تمیز و عرفان اسے بلا نکیر منکر مقبول رکھتے آئے اور ہم نے ان کی تقلید سے قبول کیا۔ اگر ان بصیرت والوں کے نزدیک متنازع فیہ قابلِ قبول نہ ہوتی تو حسبِ عادت اس پر ردّ و انکار کیوں نہ فرماتے اور تلقّی بالقبول سے باز آتے۔

---

[1] سورج اور چاند کی روشنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔

قولہ اور مصنف نے بھی التزامِ تصحیح ما فیہا نہیں کیا ہے صرح بذلک خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ فی بستان المحدثین۔

اقول نہ التزامِ تصحیح صحت کو مستلزم، نہ عدمِ التزام اس کا مزاحم۔ اہلِ التزام کی تصانیف میں بہت روایات باطلہ ہوتی ہیں اور التزام نہ کرنے والوں کی تصنیفوں میں اکثر احادیثِ صحیحہ، آخر مستدرک حاکم کا حال سُنا جنہوں نے صحت کیا معنیٰ، التزام شرط شیخین کا ادعا کیا اور بقدر چہارم احادیثِ ضعیفہ و منکرہ و باطلہ و موضوعہ بھردیں، اسی طرح ابنِ حبان کا بھی یہ دعوٰے کتاب التقاسیم و الانواع میں ٹھیک نہ اُترا اور سننِ ابی داؤد جس میں التزامِ صحاح ہرگز نہیں، صحاحِ ستہ میں معدود اور ان کا مسکوت عنہ مقبول و محمود۔

یہ سب امور خادمِ حدیث پر جلی و روشن ہیں۔ عزیزا! مدارِ کار اسناد پر ہے، التزام و عدمِ التزام کوئی چیز نہیں، یہ دولت تو روزِ ازل بخاری کے حصہ میں تھی کہ احادیثِ مسندہ میں حق سبحانہٗ نے ان کا قصد پورا کیا، پھر ایسی فضول بات کے ذکر سے کیا حاصل! آیا جس کتاب میں التزامِ صحاح نہیں اُس سے احتجاج مطلقاً مباح نہیں؛ ایسا ہو تو بخاری و مسلم و چند کتب دیگر کے سوا سننِ ابی داؤد و ابنِ ماجہ و دارمی و تصانیفِ ابی بکر بن ابی شیبہ و عبدالرزاق و دارقطنی و طبرانی و بیہقی و بزاز و ابی یعلیٰ وغیرہا معظم کتبِ حدیث جن پر گویا مدارِ شرع و سنت ہے، محض بے کار ہو جائیں، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قولہ اور کسی حدیث کی معتبر کتاب میں اس مسئلہ سے وجوداً و عدماً بحث نہیں۔

اقول کاش ہمیں بھی معلوم ہوتا، حدیث کی کتابیں جنابِ مجیب، عفا اللہ تعالٰی عنا و عنہ کے کتب خانہ میں ہیں یا کتنی حضرت کی نظر سے گذری ہیں کہ بے دھڑک ایسا عام دعوٰے کرتے ہوئے آنکھ نہ جھپکی، ہم نے تو اکابر ائمہ کو یوں سنا کہ جس حدیث پر اطلاع نہ پائی لم اجدہ یا لم ارہ یا لم اقف علیہ پر اقتصار فرمایا، یہ لیس اور لم یکن کی جرأتیں، حق تو یہ ہے کہ بڑے شخص کا کام ہے۔ علامہ سیوطی سا محدث، ان جیسی نظرِ واسع جنہوں نے دامنِ ہمّت کمرِ عزیمت پر چست باندھ کر

جمع الجوامع میں تمام احادیثِ واردہ کے جمع واستیعاب کا قصد فرمایا، دیکھو حدیث اختلاف امتی رحمۃ کی تخریج پر واقف نہ ہوئے اور جامع صغیر میں اِسی قدر فرما کر خاموش رہے کہ شاید یہ حدیث کسی ایسی کتاب میں مروی ہوئی کہ ہم تک نہ پہنچی، پھر علامہ مناوی تیسیر میں اسکی تخریج مدخل بیہقی و فردوسِ دیلمی سے تلاش ہی کرلائے[۱]، پھر ہم کو بایں بضاعتِ مزجاۃ، چھوٹا منہ بڑی بات[۲]، یہ دعوٰی کب زیب دیتا ہے مگر تصنیفِ امام عبداللہ بن مبارک و تالیفاتِ حافظ رزین محدّث و کتاب الوفار علامہ جوزی و شفاء الصدور علامہ ابن سبع و کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصنیف علامہ قاضی عیاض و نسیم الریاض علامہ خفاجی و خصائص کبرٰی علامہ جلال الدین سیوطی و مواہبِ لدنیہ و منح محمدیہ امام علامہ قسطلانی و شرح مواہب علامہ زرقانی و مدارج النبوۃ شیخ محقق وغیرہا اسفارِ ائمہ دین وعلمائے محققین، آپ کے نزدیک معتبر نہیں یا جب تک بخاری مسلم میں ذکر مسئلہ نہ ہو، قابلِ اعتبار متصور نہیں۔

فقیر حیران ہے جب حدیث کئی طریق سے مروی ہوئی اور چند ائمہ نے اسے تخریج کیا اور مقتدایانِ ملّت نے اس سے احتجاج فرمایا اور سلفًا و خلفًا بے اعتراضِ معترض مقبول رکھا، پھر نہ تسلیم کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگر بالفرض حدیث میں ضعف ہی مانا جائے، تاہم مرتبہ مقام پر نظر چاہئے کہ یہاں تضییق مطلوب ہے یا توسیع محبوب، صحت نہ سہی کیا حسن سے احتجاج نہیں ہوتا؟ حسن بھی نہ مانو، کیا ضعفِ متماسک ایسی جگہ کام نہیں دیتا؟ آخر اقسامِ حدیث میں ایک قسم کا نام صالح بھی سنا ہوگا، اگر ماورائے صحاح سب بے کار ہیں تو حَسَن میں حُسن اور صالح میں صلاحیت کس بات کی ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قولہٗ مسلمان کو ایک جانب پر اصرار نہ چاہئے۔

اقول اگرچہ حق واضح ہو؟ یہ کلمہ عجیب وضع کیا، مسلمان کی شان وہ ہے جس سے رب تبارک وتعالٰی قرآنِ مجید میں خبر دیتا ہے یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ[عہ] کہ

عہ الزمر ۱۸۔ [۱] علامہ مناوی: فیض القدیر شرح جامع صغیر ج۱ ص۲۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ للطباعۃ، بیروت
[۲] جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ ک

دامنِ ائمہ ہاتھ سے دے کر شاہراہِ یقین سے دور پڑیئے اور شکوک و تردّدات کے کانٹوں میں الجھئے

اے عزیز! جب مسلمان نقی الایمان ادھر تو یہ سنے گا کہ اس باب میں احادیث وارد
اور ارکینِ دینِ متین و اساطینِ شرعِ مبین کی تصانیف اس سے مملو و مشحون اور ادھر اس کے
قلب کی حالتِ ایمانی جو تکثیرِ فضائلِ سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر جان سے پیاری ہے بشوق
تمام سروقد استادہ ہو کر مرحبا گویاں اسے مسندِ آمنّا و صدّقنا پر جگہ دے گی اور ادھر داعیۂ عقلِ سلیم
انبعاثِ تازہ پا کر حکمِ قطعی لگائے گا کہ میرا محبوب سراپا نور ہے اور نور کا سایہ خرد سے دور، تو ان
انوارِ پے در پے کی متواتر ریزشوں کے حضور شکوک و اوہام کی ظلمت کیونکر ٹھہر سکے گی اور یقینِ کامل
کی روشنی چار جانب سے سراپا کو محیط ہو کر کس طرح اقرار و اذعان کے رنگ میں نہ رنگ دیگی۔

ہم چھوٹی سی دو باتیں پوچھتے ہیں، شک کرنے والے کو حضور سرورِ عالم صلے اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم کے نورِ بحت ہونے میں تامل ہے یا سایہ کو کثافت لازم ہونے میں تردد۔ اگر
امرِ اول میں شک رکھتا ہے تو میں تو اپنی زبان سے کیا کہوں، صرف اپنے ایمان صرف غیر مشوب
بالاوہام اور قضیۂ اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ کے لازمی احکام سے حکم اپنا
دریافت کر لے اور امرِ دوم میں تردد ہے تو مفتیٔ عقل کی بارگاہ سے جنون و دیوانگی کا فتوےٰ لے
مبارک، اسی لئے ہم دعوےٰ حتمی کرتے ہیں کہ اگر اس باب میں کوئی حدیث نہ آئی ہوتی، نہ کسی
عالم نے اس کی تصریح فرمائی ہوتی، تاہم بملاحظہ ان آیات و احادیثِ متکاثرۂ متوافرۂ متظافرہ کے
جن سے بالقطع والیقین سراپائے سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نورِ صرف کانِ لطافت و
جانِ اضارت ہونا ثابت، ہم حکم کر سکتے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا، نہ کہ باوجود توافقِ عقل و نقل
تسلیم میں لیت ولعل ہو (والعفاء)

شک کرنے والا ہمیں نہیں بتاتا کہ اسے ردِّ احادیث و طرحِ اقوالِ علماء پر کونسی
بات حامل ہوئی، کیا ایسے ہی اکابر کے اقوال ان ارشادات کے صاف برخلاف کہیں دیکھ پائے
یا عقل نے نورِ محض کے سایہ ہونے کی بھی کوئی راہ نکالی جو اس نے دلائل میں تعارض جان کر

شک وتردد کی بنا ڈالی اور جب ایسا نہیں تو شاید عظمت قدرت الٰہی میں تأمّل یا دہی بدمذہبوں کا قیاس مقلوع الاساس کہ ما انتم الا بشر مثلنا اس پر باعث ہوا، جب تو آفت بہت ہی سخت ہے، اللہ تعالےٰ رحم فرمائے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ط انک انت الوھاب ۔[۱]

قولہ ادعائے وجود ظل میں ایہام سوئے ادب ہے۔

اقول الاٰن حصحص الحق، اللہ تعالےٰ نے حق بات کو علو وغلبہ میں کچھ ایسی شانِ عجیب عطا فرمائی ہے کہ تشکیک وحیرت بلکہ تکذیب ومعاندت کی تاریکیوں میں بھی من حیث لا یدری اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے، مجیب کو منع اصرار پر اصرار تھا، اب اقرار کرتے ہیں کہ وجودِ ظل ماننے میں ایہام سوئے ادب ہے اور پُر ظاہر کہ ایہامِ گستاخی تو وہیں ہوگا جہاں عیب ومنقصت کا پہلو نکلتا ہو، اب شرع مطہر سے پوچھ دیکھئے کہ ایسی بات کا جزماً وقطعاً رد وانکار واجب یا سکوت وحیرت کی کشمکش میں مہمل چھوڑ دینا مناسب نہیں ۔۔۔ اب تو آپ کے اقرار سے فرضِ قطعی ٹھہرا کہ سلبیہ ہونے کا انکارِ بلیغ کیا جائے اور اس پر حد درجہ کا اصرارِ تام رکھا جائے کہ ہر اس خس وخاشاک سے جو ایہاماً واحتمالاً بھی بوئے تنقیص دیتا ہو، ساحتِ نبوت کی تبریت اصولِ ایمان سے ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب سایہ کو کثافت لازم اور لطافتِ کاملہ عدمِ ظل کو مستلزم تو بحکمِ مقدمۂ اولیٰ جسے عدمِ سایہ میں شک ہوگا وہ درحقیقت سراپائے اقدس حضرتِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی لطافت میں متردد ہے اور سایہ ماننے والا کثافت اور نہ ماننے والا کمال لطافت کا معتقد ہے پھر مسلمانوں کو نفیِ سایہ پر اصرار سے منع کرنا بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ لطافتِ جرمِ والا کو یقینی نہ جانو اور عیاذاً باللہ کثافت بھی محتمل مانو۔ اب اس شک وابدائے احتمال کا حکم بغایتِ شدید ہو جانا چاہیئے تھا مگر خیر گذری کہ لازمِ مذہب، مذہب نہیں قرار پاتا۔

---

[۱] الزمر ۸ (ترجمہ) اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ک

قولہ اور اصرار بر عدم میں احتمال دعویٰ غیر واقع ہے۔

اقول احادیثِ صحاح بخاری و مسلم یکسر اُڑ گئیں، کہیں نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا یا ایسا کیا یا وہاں یہ واقعہ ہوا کہ جب تک تواتر نہ ہو احتمالِ دعوٰی غیر واقع، سب جگہ قائم، کچھ دنوں خدمتِ شرع نصیب رہے تو خوب واضح ہو جائے کہ احتمالاتِ مجرد جو مناشئ صحیحہ سے ناشی نہ ہوں یک لخت پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور ان پر کسی طرح بنائے کار نہیں ہو سکتی ورنہ واجبات سے تو یکسر ہاتھ دھو بیٹھئے کہ قطع و یقین منافیٔ وجوب اور بے تیقن امرار معیوب، تیمم کے طریقے بالکل مسدود کہ ہر خاک و سنگ میں احتمالِ نجاست موجود، نصِ قرآنی یا حدیثِ متواتر میں تو ان مٹیوں کی پاکی مذکور نہیں، نہ یہ زمینیں ابتدائے خلقت سے ہر وقت ہمارے پیشِ نظر رہیں کہ عدمِ تنجس پر یقین حاصل ہو، ہر نماز کے وقت ہر بار کپڑے پاک کرنا ضرور ہو کہ ممکن ہے کوئی ناپاکی پہنچی ہو اور ہمیں اطلاع نہ ہوئی ہو، وضو و غسل و غسلِ ثیاب آبِ غیر جاری سے روا نہ ہو کہ یہاں بھی وہی آتش، کاسہ میں ہے، اکثر عورتوں خصوصاً زنانِ ہمسایہ و قرابت دار میں احتمال ہے کہ انہوں نے یا ان کی ماں یا باپ نے ناکح کی ماں کا دودھ پیا ہو یا ناکح نے جس عورت کا دودھ پیا اُس نے انہیں دودھ پلایا ہو یا وہ عورتیں ناکح کے باپ یا دادا یا نانا کی مسوسہ یا منظورہ بصورِ معہودہ ہوں، پھر نکاح کیونکر ہو سکے اور جنہوں نے اِس قاعدۂ جدیدہ سے ناواقفی میں کر لیا ہے ان پر متارکہ لازم ہو، قاضی شہادتِ شہود پر حکم نہیں کر سکتا، ممکن کہ گواہ جھوٹ بولتے ہوں یا انہیں صورتِ واقعہ یاد نہ رہی ہو، الٰی غیر ذٰلک من المفاسد التی لاتحصٰی۔ غرض اِس دوحرفی قاعدہ نے ایک عالم تہ و بالا کر ڈالا، دین و دنیا کا عیش تلخ کر دیا۔

عزیزا! یہ کہنا تو اُس وقت روا تھا جب کوئی حدیث اس بارہ میں وارد نہ ہوتی نہ کلماتِ علماء میں اس کا پتا چلتا، نہ وجودِ سایۂ لطافتِ تنِ اقدس کے منافی ہوتا یا یہ ہوتا کہ احادیث و اقوال ایک پلّہ کے دونوں طرف ہوتے اور لطافتِ ثابتہ کسی طرف ترجیح نہ دیتی تو

کہہ سکتے تھے کہ دلیل سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اور ایک بات پر حکمِ حتمی میں احتمالِ نسبت غیر واقع ہے اور مسئلہ اصولِ دین سے نہیں، نہ ہمارا کوئی عمل یا عقیدہ اس پر موقوف پھر خواہ مخواہ خوض بے کار سے فائدہ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ[1] ایسے ہی مقامات پر علمائے محتاط سکوت و توقف کرتے اور تعارضِ دلائل ذکر کر کے اسی قسم کے کلمات لکھ دیتے ہیں، امثال مسائل تفاضل نسا ر وانا بت جنۃ وحالِ اطفالِ اصحابِ ضلال سے مجیب نے وہ لفظ سیکھ کر تحریر کر دیئے اور فرقِ بحثین پر نظر نہ کی۔ ہم زیادہ نہیں مانگتے ایک ہی جگہ دکھا دیں کہ کوئی مسئلہ احادیث سے ثابت اور اقوالِ علماء سے نقلِ خلاف اس پر متظافر اور ایک حکم یقینی ایمانی مثل لطافتِ جسمِ نورانی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایسے (معاذ اللہ) کو مستلزم اور اس کے سبب عقل نورانی و حسِ ایمانی حقیقتِ مسئلہ پر حاکم ہو، پھر کسی عالم معتبر نے وہاں توقف اختیار کیا ہو اور اصولِ دین سے نہ ہونے یا مخالفت واقع کے احتمال کو مانعِ تسلیم قرار دیا ہو ورنہ یہ نو تراشیدہ مضمون قابلِ توبہ و استغفار ہے ربنا اغفرلنا وللمؤمنین جمیعا۔

قولہ مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو۔

اقول مجیب صاحب (سامحنا اللہ وایاہ بالعفو والمغفرۃ) نے اس چار سطر کے جواب میں عجب تماشا کیا ہے کہ اکثر دلیلیں جو قائم کیں، ان کے صغرٰے کہ ظاہراً تسلیم تھے، لکھتے گئے اور کبرٰے کہ بدیہی البطلان تھے، مطوی فرما دیئے، مثلاً لکھا:

"محدثانِ اعلام نے اس کتاب کو معتبر نہیں مانا ہے"

اور کبرٰے کہ جس کتاب کو محدثانِ اعلام نے معتبر نہ مانا ہو اس کی کوئی حدیث قابلِ احتجاج نہیں، ترک کر دیا، پھر لکھا:-

"مصنف نے التزامِ تصحیح ما فیہ نہیں کیا"

اور کبرٰے کہ جس مصنف نے یہ التزام نہ کیا اس کی حدیثیں مستند نہیں، ذکر نہ فرمایا، پھر لکھا:

"کسی حدیث کی معتبر کتاب میں الخ"

---

[1] ترمذی شریف ص ۳۳۶، ابواب الزہد

اور کبرٰے کہ "جو مسئلہ کتبِ معتبرہ حدیث میں منصوص ہو قابلِ تسلیم نہیں، چھوڑ دیا۔ پھر لکھا:۔

"اصرار بر عدم میں احتمال الخ"

اور کبرٰے کہ "جہاں یہ احتمال ہو اُس میں توقف ضرور اور تسلیم بے جا" تحریر نہ کیا۔ اب اخیر درجہ یہ لکھا کہ:

"مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں"

اور کبرٰے کی طرف ان لفظوں سے اشارہ کیا:۔

"جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو"

صاف کہا ہوتا کہ جو مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں، اس میں اہتمام کی کچھ حاجت نہیں۔ سبحان اللہ! ایک ذرا سے فقرہ میں تمام مسائلِ فقہیہ کی بیخ کنی کردی کہ وہ بداہۃً فروع ہیں نہ اصول، پھر ان کا اتباع محلِ اہتمام سے معزول اور واجبات و سنن کا تو پتا نہ رہا کہ انہیں عقدِ قلب سے کب بہرہ ملا، اب شاید بعد ورودِ اعتراض یہ تخصیص یاد آئے کہ ہمارا کلام مسائلِ غیر متعلقہ بجوارح میں ہے۔

اقول اب بھی غلط، متکلمین تصریح کرتے ہیں، مسائلِ خلافت، اصولِ دینیہ سے نہیں، مواقف و شرحِ مواقف میں ہے:۔

"(و لما توفاه) اشارة الى مباحث الامامة فانها وان كانت من فروع الدين الا انها الحقت باصوله دفعا لخرافات اهل البدع والاهواء وصونا للائمة المهتدين عن مطاعنهم (وفق اصحاب لنصب اكرمهم واتقاهم) يعنى ابابكر رضى الله تعالىٰ عنه[1] اه ملخصاً۔ وفيه من المصدر الرابع من الموقف الخامس فى الامامة مباحثها ليست من اصول الديانات و

---

[1] میر سید شریف: شرح مواقف ص ۸ مطبع نول کشور، لکھنؤ

العقائد خلافاً للشیعۃ[۱] ۱ھ (ترجمہ ص۱۷۱ (۲) پر دیکھیے)

کیا یہ قاعدۂ مخترعہ یہاں بھی اہتمام ضروری نہ رکھے گا اور اقرار و انکار امامت ائمہ کو یکساں کردے گا، ایران و مسقط کو مژدہ و تہنیت' اب چین سے اپنا کام کیجئے، خلافتِ راشدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں شوق سے کلام کیجئے، تیرہ صدی کی برکت سُنیوں کی ہمّت' اب انہیں اِن مباحث سے کام ہی نہ رہا۔ حقیقت خلافت کا اہتمام ہی نہ رہا! انا للہ و انا الیہ راجعون۔

فقیر کو حیرت ہے باوجود توافقِ عقل و نقل و ورودِ احادیث و شہادتِ ائمۂ عدل و اقتضائے خردِ بیانی بحکم لطافت جِرمِ نورانی و تاکیدِ محبّتِ سیّدِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول سے کیا چارہ اور ترکِ اصرار و اہتمام کس کا یارا' اور یہ بھی نہیں کُھلتا کہ لفظِ "ہر شخص" فرما کر عمومِ سلب سے سلبِ عمومِ کی طرف کیوں ہوا ؟ کیا بعض کو اہتمام ضروری بھی ہے ؟ اور ایسا ہو تو وہ بعض معیّن ہیں یا غیر معیّن ؟ بر تقدیرِ ثانی کلام مقصود پر منعکس و منقلب ہو جائے گا اور تحرزا عن الوقوع فی المحذور ہر شخص کو اہتمام ضرور قرار پائے گا اور پہلی شق پر حکمِ احکم لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ کا انقیاد ہو، اس تعیین کی تبیین، پھر اُس پر دلیلِ مبین ارشاد ہو وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد البدر و اٰلہٖ و اصحابہ النجوم والعلم بالحق عند اللہ ربنا تبارک وتعالیٰ واھب العلوم ط استراح القلم من ھٰذا التنمیق الانیق فی العشرۃ الوسطٰی من ذی الحجۃ المحرم سنۃ ۱۲۹۷ سبع وتسعین بعد الالف والمأتین فی جلسۃ واحدۃ فی البلدۃ المطھرۃ ماھرۃ المنورۃ بجنب مزارات الکرام البررۃ سادا تنا و مشائخنا العرفاء الخیرۃ افاض اللہ علینا من نفحات فیومنھم العطرۃ اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

---

[۱] میر سیّد شریف : شرح مواقف ص ۷۲۹

(ترجمہ حاشیہ ۱۵ صفحہ ۱۶) اور یہ تمام امام جن کے کلام پر عمل کرنے میں تو توقف کرتا ہے تجھ سے علم میں زیادہ ہیں اور دینی ذخیرہ انہوں نے اپنے مقلدین کے لئے جمع کیا ہے اس میں یقیناً تجھ سے زیادہ متقی اور محتاط ہیں اور اگر تو اپنی علمیت کا دعویٰ کرتا ہے تو لوگ قصداً تجھے مجنون اور دروغ گو کہیں گے اور یہ اقوال جن کو تو ضعیف جانتا ہے وہی ہیں جن کے ساتھ علماء متقدمین نے فتوےٰ دیا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ اللہ کے قریب ہوئے حتیٰ کہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور اگر تجھ جیسا ان کے مراتب و مدارک سے ناواقف ہو تو ان کے مراتب و تقوےٰ میں کچھ نقصان نہیں آسکتا اور یہ بات معلوم بلکہ مشاہدہ ہے کہ ہر عالم اپنی اپنی کتب میں وہ امور لائے جن کے لکھنے میں مشقت برداشت کرنی پڑی اور جن کو اَدِلّہ اور قواعدِ شرعیہ کے ترازو پر تول لیا ہے اور ان کو سونے اور چاندی کی طرح مزین کیا ہے، پس تو اپنے آپ کو اس سے بچا کر ان کے اقوال میں سے کسی ایسے قول پر عمل کرنے سے تمہارا دل تنگ ہو جس کا مأخذ تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو کیونکہ تو بہ نسبت ان کے عامی ہے اور عامی کا یہ مذہب نہیں کہ وہ علماء کا انکار کرے کیونکہ وہ عامی جاہل ہوتا ہے۔

(ترجمہ حاشیہ ۱۵ صفحہ ۱۶) (شارح فرماتے ہیں) لماتوفاہ، امامت کی بحث کی طرف اشارہ ہے، اگرچہ مسئلہ فروعِ دین سے ہے مگر اہلِ ہوا، اور بدعتیوں کے خرافات کو دفع کرنے کیلئے اور ائمہ دین کو ان کے طعن سے بچانے کے لئے اصولِ دین سے ملحق کر دیا (کہ تمام صحابہ کرام اپنے سے اتقیٰ و اکرم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر متفق ہو گئے)

موقفِ خامس میں سے مصدرِ رابع امامت میں ہے، امامت کی بحث اصول و عقائدِ دین میں سے نہیں ہے بخلاف شیعوں کے (کہ ان کے نزدیک اصولِ دین سے ہے)

فصلِ دوم

نقلِ تحریر یکہ الحال از ریاست محمد آباد، عمر اللہ بالرشد والسداد وصانہا عن الشر والفساد سلسلۂ سخن را جنبشِ تازہ داد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد مردم میگویند کہ برائے شخصِ مبارک عالی حضرت رسالت پناہی نبوت دستگاہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سایہ ظل چنانچہ جملہ اجسام واجرامِ کثیفہ ولطیفہ را مے باشد، نبود وگاہے از ابتدائے خلقت حضرت رسالت پناہی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تا آخر لقائے رب العٰلمین تعالےٰ شانہٗ ہچناں بود بے سایہ و بے ظل گذرانیدہ اند۔

فقیر میگوید کہ ایں معجزہ در کتابے کہ لائقِ اعتماد باشد واہلِ سند واسناد آنرا بسندِ صحیح بیان کردہ باشند، ندیدہ ام در کتابِ صحاح وسنن کہ مروج اند از کسے نشنیدہ ام کہ ثبوت کردہ اند وآنچہ اہلِ سیر ومغازی بیان میکنند اعتمادِ آں چنانچہ اہلِ حدیث راہست، معلوم پس ہر کرا از اہلِ علم ثبوت آں از روئے سندِ صحیح از کتاب وسنن بیان فرمایند، اجرِ آں از فقیر از خداوند تعالیٰ مامول دارند فقط۔

کتبہ ابو عبد اللہ محمد عفی عنہ

بازاہتزاز نسیم ایمانی بپامالِ فضل خزانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق الخلق والحرور جاعل الظلمٰت والنور ثم الذین کفروا بربہم یعدلون والصلوٰۃ والسلام علی السراج المنیر فی نادی القلوب، القمر المنزہ عن کل کلف وخسوف ومحاق وغروب ثم الذین فجروا عن نورہ یعمہون وعلٰی آلہ النجوم واصحابہ مصابیح العلوم مالم یکن للارمد عند عشور العین سکون، سایہ پروردۂ دامنِ نامزائی، روئے نادیدۂ نیرِ دانائی، فقیرِ ناسزا، رونقِ بازارِ معاصی فزا، سرگرِ بیانِ فکر حزا، عبد المصطفٰی معروف بہ احمد رضا غفر اللہ لہ ما یجری منہ وما مضٰی، خدائے خود را بہ یکتائی ومصطفائے وے را بہ بے ہمتائی ستودہ مہرِ بہشتی چہر تحقیق وآفتابِ جہاں تابِ تدقیق را، چناں بریزشِ امطارِ انوار، وبارشِ اضوارِ نصف النہار، مے آرد کہ پیشترک از ورودِ ایں جواب سوال نما وعرضِ اعراض فزا ووفاقِ شقاق آمود، ولطفِ عتاب آلود فقیرِ حقیر درہمیں مسئلہ پیش آیندہ دو ستارہ تابندہ از آفاقِ سخن سرائے، باشراقِ جلوہ نمائے آوردہ ام یکے کالشمس وضحٰہا ودیگر کالقمر اذا تلٰہا ہر کہ چشمے دارد از رمد پاک، ودلی پذیرائے نور ادراک، بصر وبصیرتش را از تجلیہائے ظلمت زوالش نیکوترین بہرہ در بہا مہیا ومہنا باد، عزیزانِ نو کہ طرحی تازہ افگندہ اندور لبے جدید پیش گرفتہ، اگر با اینہا نیز برسمِ چاشگری دمے چند آویزشی کنیم، یارب برخاطرِ خردہ بینانِ نغز گو ودقت گزینانِ بالغ نظر بے گوارش مرواد آمین، وباللہ ثم برسولہ نستعین، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

قولہ مردم میگویند الخ

اقول ائمۂ دین یا عوامِ مقلدین علی الاول بجانہ مقصود از درنقیض آمدن ست، واستیناس نقد بہ لباس اسند خواستن، مگر ارشادِ ائمہ بسند نیست کہ دلیلے دیگر جوئی یا ایں راہ بمنزل حضرتِ سلمٰی نمیرود کہ بہ شعبے جداگانہ پوئی۔ منِ فقیر گمان برم وناراست نمی برم کہ انشاء اللہ تعالٰی روئے توجہ

بسوئے مقدمۂ ثالثہ تحریرِ ثانی تافتن ہماں باشد و ایں وسوسہ را جواب شافی وعلاج کافی یافتن ہماں، آخر نہ خدائیکہ حضرات عالیہ ایشاں را بر سریرِ امامت وارائک زعامت جائے داد و کریم المخراج باحسان ثقل تحمل اعبائے گرانبار فاعتبروا یا اولی الابصار برذمتِ ہمتِ ایشاں ننہاد وضعف و ناتوانی ما عامیانِ نادیدہ رود بدست کم دانشی گرو دید و بفحوائے ان مع العسر یسرا و ما جعل علیکم فی الدین من حرج خوانِ نعمت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون چید۔ اے خوشا کسیکہ بحکم ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ[1] فرمانِ ایں صلائے جانفزا پذیرفت واز کشاکشِ لِمَ وکَیفَ پاک رُست وبدا کسیکہ بہ ناکامی، اما ھذا فقد اعرض فاعرض اللہ عنہ[2] کار برخود دشوار کرد و پائے از اندازۂ گلیم بیروں کشیدن جست، ع

آفتاب اندر میان آنگہ کہ میجوید سُہا

وعلی الثانی یارب مگر سیدنا وابن سیدنا حبرالامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وحضرت ذکوان تابعی وامامِ ہمام حجۃ اللہ فی الانام عبداللہ بن مبارک وامام حافظ شمس الملۃ والدین ابوالفرج ابن الجوزی وامام علامہ ابن سبع وحافظ رزین محدث وامام الامہ حافظ الشرق والغرب مولانا جلال الملۃ والحق والدین ابوبکر سیوطی وامام علام عاشق المصطفٰی سید الحفاظ جبل الشرع والدین حبل اللہ المتین قاضی عیاض یحصبی وامامِ ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی وفاضلِ اجل محمد بن عبدالباقی زرقانی وعلامہ فہامہ شہاب الملۃ والدین خفاجی وشیخِ محقق سیدنا عبدالحق محدثِ دہلوی وغیرہم ائمۂ دین وجہابذۂ قادۂ ناقدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا والدین را معاذاللہ در سلکِ عوام منخرط شمارند یا فصوص نصوص ایشاں را از زنگ غلط منزہ نپندارند ان ھذا الاشیٔ عجاب۔

قولہ چنانچہ جملہ اجسام واجرام کثیفہ ولطیفہ را مے باشد۔

اقول نازم ایں کلیتِ مطلقہ واحاطتِ مستغرقہ را کہ ہجوم عموم واغراق اطلاقش برسنگلاخ کثافت

---

[1] ابوعیسٰی ترمذی: ترمذی شریف مطبوعہ نور محمد کراچی ج۲ ص ۲۳۱ [2] ایضاً مطبوعہ نولکشور ج۱ ص ۲۹

بس نکردہ خیمہ تا بسرحدِ لطافت کشید، ما ناکہ عزیزاں از حقیقت ظل آگاہی ندارند۔ اے مخاطب سایہ
پروردگار مگر دانی کہ سایہ چیست؟ نیرے تا فلتن آغاز کرد، و بہر جا بساطِ نور گسترد، اجسامے از میان
خاستہ و نفوذِ اشعہ را مانع آمدہ اینہا پردہ فروہشت، و پردگی از نور مہجور گشت، ہوائے متوسط کہ
بحکم مقابلت، و شدتِ قابلیت، از تنور و استضارت بہرۂ کافی ربود، آں محروم را نیز پارۂ از انجلاء
ارزانی نمود، ایں ضوءِ ثانی را ظل نامند و نیکو روشن کہ ایں معنے بے حجب، و حجب بے منع
نفوذ، و منع نفوذ بے کثافت صورت نہ بندد، و او فراہ اگر ایں اطلاق راست باشد اشراقِ
ارض محال گردد کہ میان فاعل و قابل جرمِ آسمان حائل، بلکہ ہم از مدعا نقیضِ مدعا لازم آید، کہ چوں
جسمے ہمچو فلک درمیان ست، استنارۂ ہوا کہ معنیٔ ثانی ست خود چہ امکان ست، پس از روئے
زمین تا سطحِ آسمان ہیچ جسمے را سایہ نباشد، و السالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ
الکلیۃ وتقییدِ مرئی بودن کہ حاجب نباشد مگر از مبصرات باآنکہ تخصیص بعد الاعتراض ست
در امثال ہوا و نار جاری اما نامرئی بودن آسمان مسلم نداریم، واز شہادتِ بصر و ظواہرِ نصوص چرا
روئے برتابیم، ما اسلامیاں را با خرافاتِ فلاسفۂ ناہنجار وافسانۂ عالمِ نسیم و کرۂ بخار چکار، و
ہمچو ادعاہائے نامنتظم را پیش ظواہر قرآن و حدیث چہ قیمت و کدام وقعت، قال اللّٰہ تبارک،
تعالٰی انا زینا السماء الدنیا بمصابیح ومعلوم ست کہ ازیں قسم زین و شین جز در
مبصرات راست نیاید، بادرا نہ از پوشاک مہوشاں زرین کمر زینتے، نہ از خرقۂ گدایاں دلق در
بر وصمتے، بلکہ اگر نیکو بنگری در اجسام کثیفہ نیز عموم بجائے خود نیست، کہ میان حجب و کثافت
عموم و خصوص مطلق ست، جسم مثلث اگر چند کثیف باشد سایہ ندارد، نہ در آفتاب، نہ در ماہتاب،
کہ بہمیں معنے ایمائے لطیف فرمودہ اند در کریمۂ انطلقوا الٰی ظل ذی ثلث شعب ٥
لا ظلیل ولا یغنی من اللهب ٥ (کما استنبط الامام العلامۃ السیوطی
فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل۔
اللّٰھم! مگر شبہا دیدہ باشند کہ از شعلۂ شمع با آنکہ نار جرمے لطیف ست سایہ سر بر می زند،

بگرِ عدم فارق دست بدامنِ اطلاق زوندٗ وپے باصل کار نبردہٗ کہ آنچہ مے بینند ظلِ دخان ستٗ نہ سایۂ نیّراں۔

قولہٗ وگاہے از ابتدائے خلقت الخ

اقول ہمچنیں ست واطلاقِ دلائل مارا بسندہٗ ہرکہ ابدائے تخصیص کند مدعی اوست وبارِ ثبوت برگردنِ اوٗ شاید برعکسِ نفس الامر از دستیاری قوتِ واہمہ در آئنہ تخیل عزیزاں مرتسم شدہ باشد کہ باین تخصیص عویص نافیانِ ظل را در اثباتِ نفی گونہ صعوبتے روئے خواہد نمودٗ کہ تبیین دائمہ از تقریرِ مطلقہ عامہ مشکل ترستٗ اما ندانستہ کہ ذہنِ سامع در ہیچ مقام از سلب ناموقت جز بدوامت سلب تبادر نکندٗ وخلافش کہ خلافِ ظاہر ست محتاج بہ دلیل باشدٗ واظلالِ سُحُب را کہ علماء غیر دائم گفتہ اند ازیں جہت ست کہ احادیثِ صحیحہ بہ سایہ کردن صحابۂ کرام باردیہ خود شان ومیل اشجار بہ غصون آنہا بر سرِ حضورِ سید الانس والجان صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ناطق شدہٗ اینجا نیز اگر حدیثے معتمد بر ثبوت سایہ گواہی دہد آنگاہ از دوام سلب بہ سلب دوام نقل وعدول تصور معقولٗ ورنہ از معرض قبول بمراحل معزول، معہذا نورانیت جسمِ انور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بحمد اللہ قاطع وساوس وقامعِ ہواجس آمدہ ستٗ وباللہ التوفیق۔

قولہٗ ایں معجزہ در کتابیکہ لائقِ اعتماد باشد الخ

اقول اے کاش آنکہ آفتاب نہ بیند بارے از انکارِ خامشی گزیندٗ نہ آنکہ بر بینندگان خردشدٗ یا در بزمِ آناں نکتہ فروشدٗ کہ سلامت در سکوت ستٗ ومجازف در انجام مبہوت ہمگر تصانیف ائمۂ ممدوحین اعتماد را نشایدٗ یا در جلوہ گاہِ مہر و ماہ شمع وچراغے دگر باید۔

قولہٗ اہلِ سند واسناد آنرا بسندِ صحیح۔

اقول ساعتے باش کہ از حال مطالبۂ صحت سخن گفتن داریمٗ وایں کہ ہم بر صحت سند پاپئے خامہ شکستہ استٗ مگر بر شذوذ وعلت راہِ جرح وقدح بستہ استٗ ورنہ قیدِ اسنادٗ علٰی خلاف المرادٗ از چہ رو گوارا افتاد۔

قولہ درکتبِ صحاح وسنن کہ مروج ست۔

اقول کاش روئے سے چند خدمتِ علماء ومطالعہ کلماتِ طیباتِ ایشاں روزی شدے کہ درمجاریٔ کلام بہ مدارجِ مرامِ تمیز مقام بدست آمدے، مقدمۂ ثانیہ تحریرِ ثانی از یاد دادہ برباد رفتہ مباد وازاں ہم صریح ترشنو جلالت شان، ورفعت مکان حضرت امام خاتم الحفاظ سیدنا جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز علی الخصوص درفن شریف حدیث تا بہ حدے واضح وجلی ست کہ معلوم ہر صبی ومفہوم ہر غبی ست۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شفاء شریف حدیثے نقل فرمود کہ سیدنا امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بر حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم چناں وچناں مے گریست واز فضائل پاکش کذا وکذا یاد مے کرد، امام ممدوح المقام اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام در تخریج احادیثش فرماید در کتبِ حدیث ازیں اثر ہیچ اثرے نیست، امّا اور اصاحب اقتباس الانوار وامام ابن الحاج درمدخل مفصل ومطول آوردہ اند ودرہیچو مقام ایں قدر بہ سند بسندست کہ اینجا سخن از حلال وحرام نمیرود۔ علامہ خفاجی ایں معنے را از جناب رفعت قبابش نقل کردہ بمسند قبول وتقریر جائے میدہد، حیث قال:

قال السیوطی فی تخریجہ لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سندا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام[۲]

عزیزا! چشمِ انصاف از رمدِ تعصّب صاف بکشا وشیوۂ ائمۂ دین پس از تصحیح عقیدت بین کہ درین چنیں مسالک چگونہ راہ رفتہ اند وکدامیں سیر پیش گرفتہ ہیہات میگویند کہ ازیں خبر درکتب اثر لا خبر ولا اثر باز برمجرد ذکر بعض لعتماد واستناد روامے دارند وحدیث را از پایۂ تکمیل ساقط نمی پندارند مگر پایۂ مجتہدانی وترک توانی وورع فلانی برتدقیق وتحقیق واحتیاط انیست ایں سادہ

---

[۱] قاضی عیاض : شفاء شریف ۲/۲۶ ص ۳۰ [۲] علامہ خفاجی : نسیم الریاض ج ۱، ص ۲۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت

کرام و قادۂ عظام نیز چہرہ بدیدہ است، کہ سخن از کتب فن دامن پرچیدہ، بہ دائرۂ تنگ صحاح و سنن مروجہ محصور و مقصور گردیدہ است' فالی اللہ المشتکی ممن یسمع فلا یسمع و یری فلا یری۔

قولہ وآنچہ اہلِ سیر و مغازی بیان میکنند۔

اقول ہمانا گوش عزیزاں گاہے بہ امثالِ ایں سخناں از کلمات ائمۂ والاشان آشناشدہ است و از مجال محاورہ و مجال مناظرۂ آناں بوئے نشنیدہ بے راہہ اسپ دوانیدن گرفت' از خبیر بصیر پُرس' محلِ ایں کلام آنست کہ قصاص و واعظین' و جہال مؤرخین' تودہ تودہ حکایات بے سر و پا' و افسانہائے فتنہ را تکثیراً للسواد' یا ترویجا للفساد' در کتب خود شان مے آرند' و از مناقضۂ اصول' و معارضۂ نقول' باکے ندارند' گاہے افسانۂ اوریا و داستان زلیخا و قصۂ زہرہ و تذکرہ شجرہ' بہ نہجے تقریر کنند کہ ساحت عصمت حضرات رسالت' و جنود صمدیت' عیاذاً باللہ آلودہ عیبے کنند' گاہے حادثۂ جمل' و واقعۂ صفین' و مشاجراتِ صحابہ' و محاوراتِ امہات المؤمنین' بہ نوعے وانمایند کہ معاذ اللہ بہ تنقیص مقام واجب الاعظام یکے از اماں پہلو زنند' آنجا ائمۂ دین کہ خدائے ایشاں را بہرِ حمایتِ سنن و نکایتِ فتن برپا ساختہ است' در مقامِ تفصیل زبان بہ تضعیف و تزییفِ آں اقوالِ سخیف میکشایند' و در محلِ اجمال باعتماد اصول' و صحاح نقول' بہ پیوستن و از خوضِ خائفاں و کشاکشِ این و آں پاک برجستن میفرمایند' کہ دع ما یریبک الی ما لا یریبک[1]۔

وانیہا کہ میگویم ہم بر سبیلِ مداراتِ عزیزاں دار خائے عنانِ کُل میکند ورنہ خود چہ میگوئی از مسئلہ کہ نہ تن تنہا ہمیں قسم مرداں بہ ذکرش انفراد دارند بلکہ بہ طرق عدیدہ مروی آمدہ' و چند ائمہ آنرا التخریج کردہ' و ناقدانِ فن سلفاً و خلفاً بہ کنارِ سلمنا و آغوشِ صدقنا گرفتہ' و دلیلے

---

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری : بخاری شریف ج ۱ ص ۲۷۵ مطبوعہ مطبع ہاشمیہ، میرٹھ، انڈیا

باہر از نصوصِ متکاثرہ براں قیام پذیرفتہ مع ہذا ما شاکہ امثال مواہب، وکتاب الشفاء، ودلائل النبوۃ، وتحقیق النصرۃ، وخصائص خیضری، وروضِ سہیلی، وخلاصۃ الوفاء، وخصائصِ کبریٰ، وسیرتِ شامی، وسیرتِ حلبی، وغیرہا کتبِ ائمۂ دین، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کہ در خصائص وفضائل سِیَر وشمائل حضورِ پُرنور صلوات اللہ تعالےٰ وسلامہٗ علیہ تصنیف کردہ اند، در سلکِ ایں چنیں کتب منخرط، ونزدِ محدثین از پایۂ اعتبار ساقط باشد، ایناں کہ خدا سعیِ اینہا مشکور و جزاءِ آناں موفور گرداند، چہ عمرہا کہ در تنقیح وتنقید، وتصحیح وتسدید بہ سر بردہ اند، وچہ شبہاکہ در تنظیف وترصیف، تالیف وتصنیف، دودِ چراغ وخونِ جگر نخوردہ، وہم الیشانند کہ بہ قضیۂ لا عبرۃ بما قال المؤرخون لب کشادہ اند۔ اگر مقصود اطلاق است، چنانکہ خاطرِ عزیزاں بداں مشتاق ست، یارب، مگر محنت ایناں یکدست برباد رفتہ باشد، وایں ہمہ کاوکاوِ جانکاہ رنگے ندادہ وآبے نہ گرفتہ، وعلیٰ ہذا ایشاں راچہ روئے نمود کہ با وجود ناہمود والعدام سود ایں ہمہ وقت رائیگاں کردند، وآں حاصلِ بے حاصل وطائلِ لاطائل را ثمرۂ اوقات، ونخبۂ حسنات، شمردند، مگر سخن آنست کہ چوں روئے سلمےٰ ندیدہ، وبوئے سلمےٰ نشنیدہ، آخر در حسنِ سلمےٰ چانۂ بے جا مزن واللہ الھادی لقمع الفساد وقلع الفتن۔

قولہٗ پس ہر کرا از اہلِ علم ثبوت آں از روئے سندِ صحیح الخ

اقول پیش از جوابِ سوالِ شما سوالے چند بجنابِ شما دارم ہر کہ داند خود بگوید لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ۔ ورنہ از دانندگان پرسد کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔

(۱) زید ہندہ را بشہادتِ دو مردِ فاسق بزنی گرفت، صباحِ نکاح خلوت ناکردہ، ترکِ زن میگوید ونیمۂ مہر دادن نمے خواہد، کہ نکاح مرا شہودِ عدول مے بالیست۔

(۲) یومِ غیم مردے بہ رؤیتِ ہلالِ صوم گواہی داد، صبحدم زید قلیان بدست وپان در دہان برآمد، کہ مرا لااقل شہادتِ دو مرد باید۔

(۳) عمرو بر زید دعوٰے مالے کرد و بشہادتِ دو عدل اثبات نمود، زید گوید نپذیرم تا چہار گواہ نباشند۔

(۴) گواہاں در امثال وقف و نکاح شہادت بر تسامع دادند، زید گفت مرا شہودِ معائنہ درکار ست۔

(۵) بکر برادرِ زید مرد، زنش نازنیں از وے دخترے دارد شیریں، زید مے خواہد کہ شیریں را عروسِ خانۂ خود نماید، نازنیں گفت ستمگارا آخر از خدا شرمے کہ برادر زادہ تست، زید مے گوید مرا چہ دانا ند کہ قالبِ شیریں ہم از نطفۂ بکر تخمیر یافتہ ست، آخر ہر دعوٰی را بیّنہ لازم، اینجا گواہ کہ و بیّنہ کدام؟ نازنیں گفت بر بسترِ برادرت زائید الولد للفراش[1] گفت آحادم نمے شاید، حدیثے متواتر باید۔

(۶) سعید با مردماں نماز میکرد، زید اقتدار ناکردہ بر مے گردد کہ او ہمیں تنہا وضو کردہ است و من املاً مے خواہم کہ از ہر حدث غسل آرد۔

(۷) بر زید از خواصِ آیاتِ معیّنہ و فضائلِ صورِ مخصوصہ احادیثے صحاح خواندند کہ ببیں چساں چمنے ست شاداب و گلشنے با آب و تاب گفت بخارے نیرزد تا بخاری نیارد یا مسلم ندانم تا در مسلم نخوانم۔

(۸) زید را گفتند مالک عن نافع عن ابن عمر گفت بہ ہیچ نخرم کہ معنعن ست نہ متصل بسماع۔

(۹) زید گوید مفتیٔ اطرافِ ریاستِ فلانی را اجازت مداخلت در معارکِ شریعت کہ داد؟ گفتہ شد علمے دارند و خیلے بزرگوارند، گفت مردماں چنیں و چناں گویند، اما فقیر ایں سخن را در کتابے کہ لائقِ اعتماد باشد و اہلِ اسناد آں را بہ سندِ صحیح بیان کردہ باشند، ندیدہ ام، نہ در صحاح و سننِ مروجہ از کسے شنیدہ، و آنچہ اہلِ صدی سیزدہم بمجرد دعوٰے بر زبان آرند اعتمادِ آں چنانچہ اہلِ حدیث راست معلوم۔

(۱۰) از مناقبِ رجال و فضائلِ اعمال ہزار در ہزار احادیث حسان و صوالح بر زید خواندند

---

[1] ابو عیسٰے ترمذی ؛ ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ

شوخ چشم گوید بے صحت اسناد خرط القتاد۔

دریں صور ردہ گانہ از حضرات علماء دین، ایدہم اللہ تعالیٰ بالفوز المبین، استفتاء میرود کہ دریں ہر ہمہ صور زید نزد شرع مطہر بر خطا و ایں چنیں مطالبہ و مواخذہ اش محض فضول و بیجاست یا نہ؟ بینوا توجروا۔

حالیا اگر از خدمت علماء فرمان رسد کہ زید فضولی میکند و بر شرع مے افزاید در جواز نکاح را عدالت شہود در کار نہ در یوم غیم تعدد نظار نہ در معاملۂ مال بیش از دو گواہ نہ در وقف و نکاح شہادت نگاہ فراش ثبت نسب فرزند و در حلال و حرام آحاد بسند و از ہر حدث غسل چہ ضرور، و قبول در صحیحین غیر محصور، مالک و نافع از تدلیس بری، پس عنعنۂ ایشاں چوں سماع جلی، حدیث در علم فلانی نباید و مناقب و فضائل را صحت نباید یا زیداہ ایں چہ ہرزہ چانگی و جوش دیوانگی ست کہ ہر جا ناخواستنی مے خواہی و بر قدر مطلوب افزائی ایں مطالبہاتے از پیش خود تراشیدہ ات زنہار ناپذیرفتنی و بیچارہ مطالبان از تجشم اتباع ہوایت غنی۔

تم الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عزیزا! آنگاہ ازیں جواب جواب سوال خودت دریاب کہ ایں طلب عزیزاں نیز بہمیں طلبہا ماند و ایں ناگفتنی گفتن و ناجستنی جستن روزے بروز زیدت نشاند سخنے پر سمت راست گو و بہانہ مگیر تو و خدائے تو در کتب دیدہ یا از علماء شنیدہ کہ در ہجو محال وسیع المجال حسن و صلاح بکار نیاید و غیر از صحت چیزے نشاید و نقول علماء پاسے نداند و قبول ائمہ بارے نیارد و ورنہ در التزام غیر لازم و در یقین جازم چہ قیامت ذوق یافتہ کہ سر از ہمہ تافتہ ؎

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم [1]

---

[1] شہاب الدین خفاجی: نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۲۸

وزنہار ندانی کہ ایں بال و پرے کہ مے فشانم از انست کہ حدیث را ضعیف میدانم
بلکہ بر تصانیف امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک وقوف نیافتہ ام ورنہ گمان منہ آنچناں ست کہ
مخالف را جائے شادی باشد۔ سیدی عبداللہ از اعاظم ائمہ و تبع تابعین است، غالب مشائخ
رجالش ہمیں تابعین و صحابہ باشند، یا تبع کہ با ایشاں در خورد و آزمودن احوال شاں کرد، دراں
زماں چنانکہ دانی غالب عدالت بود، ولہذا استاذش سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ باصالت
عدالت قائل شدہ است، خود ایں ناقدین کہ تلقی بالقبول کردہ اند مگر بدمی بری کہ نادیدہ راہ رفتہ اند۔

جانِ برادر! تو دایمان تو ایں ہمہ ائمہ اولی الایدے والابصار کہ مکیز بان بہ نفی خلق
گواہی دہند، پناہ ہم بخدائے اگر سخن یکے از ایناں یا امثال ایناں بر طبقِ مزعومِ خود دت یا بی چہ غلغلہا
کہ نکنی، کلہ بر آسمان افگنی، بر خویشتن بالی و پیش ہمہ کس نالی کہ ہلے ہیچ متم ست، امامے چناں از نفی ظلم بکراں، وفلانے تن نمی دہد گوش نمی نہد،
حالیا کہ ستم است غدار ادعائے انصاف و کلاہ غرور را از سر بنہ کہ چارا را والیشاں نمی سپری، واز اتفاق دامن کشاں میگذری،
حدیث خواہی، حدیث حاضر، نقول جوئی، نقول ظاہر، دلیل طلبی، دلیل موجود، نقیض جوئی، نقیض مفقود، باز
کدامیں سنگ در رہ، و کبک در موزہ است کہ جائے تسلیم سر زمے ملینم، و روئے خلاف سرخ، و
چہرۂ انصاف زرد، و جبینِ قرطاس زنا گفتنیہا سیاہ، عیاذم بخدائے مگرم آنکہ مصطفیٰ را صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم از نورِ خودش آفرید، و مہرِ نیم روز و ماہِ نیم ماہ را کمینہ گدائے سرکارش گردانید، نتواند
کہ سرو جانفزائے ما را بے سایہ پرورد، و شاخِ گلے کہ ہزار چمنستان جاں فدائے ہر رگ و برگ
او باد، از گل زمین لطافت، بر خو بار لطافت، پاک از ہمہ کثافت سر بر آورد، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ
وعلیٰ آلہ قدر حسنہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ وعزہ وکمالہ و
نعمہ وافضالہ ورشدہ فی افعالہ وجھدہ فی اعمالہ وصدقہ فی اقوالہ وحسن
جمیع خصالہ ومحمودیۃ فعالہ وعلینا معشر الملتثمین لنعالہ والمتعلقین
باذیالہ آمین الٰہ الحق آمین۔

این ست سطرے چند کہ باعمومِ غموم و ہجومِ ہموم و تراکمِ امراض و تلاطمِ اعراض بر نہجے کہ

فدائے خواست، در دو جلسہ گیسو آراست، من فقیر می خواستم کہ زلف سخن را شانہ دگر کشم اما چہ کنم کہ دریں کوردہ از وطن دور، و از کتب مہجور افتادہ ام، اینجا جز شفاء و نسیم الریاض و مطالع المسرات و بعض کتبِ فقہ ہیچک بدستم نیست، ورنہ اولی الانظار دیدندے آنچہ دیدندے، ولکن من یرد اللہ خیرہ یشرح بہا القدر صدرہ و ما ذلک علی اللہ بعزیز ان ذلک علی اللہ یسیر ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔

وکان ذلک لمنتصف جمادی الاخری عام تسع و تسعین
بعد الالف و المائتین۔

کتبہ: شاہ محمد چشتی سیالوی انصاری، محمود پورہ قصور
۱۹ر نومبر ۱۹۸۴ء، بوقت شب

نقل تحریر از ریاست محمد آباد جس نے سلسلۂ سخن کو تازہ جنبش دی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح تمام اجسامِ کثیفہ و لطیفہ کے لئے سایہ ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک کے لئے نہیں تھا اور یوں بھی کہتے ہیں کہ پیدائش سے آخر عمر تک ہمیشہ سایہ نہ تھا۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو اور اہلِ سند و اسناد نے اسے بہ سندِ صحیح بیان کیا ہو، میں نے نہیں دیکھا، کتبِ صحاح و سنن میں کسی سے نہیں سنا کہ ثابت کیا ہو۔

اہلِ سیر و مغازی جو بیان کرتے ہیں اس پر جیسے کہ محدثین کو اعتماد ہے معلوم ہے، لہٰذا تمام اہلِ علم کو چاہئے کہ اِس کا ثبوت از روئے سندِ صحیح کتاب و سنّت سے بیان فرمائیں، اس کا اجر فقیر سے خداوند تعالےٰ سے امید رکھیں۔ فقط

کتبہ ابو عبداللہ محمد عفی عنہ

فصلِ خزانی کی پامالی کے لئے نسیمِ ایمانی کی بھرروانی

دامنِ نالائقی کے سایہ میں پرورش پلنے والا خورشیدِ دانائی کا چہرہ دیکھنے والا تنگ افزا بازار کی رونق، فکرِ جزا میں پریشان عبدالمصطفےٰ معروف بہ احمد رضا اللہ تعالیٰ اس کی آیندہ و گزشتہ کوتاہیوں کو معاف فرمائے اپنے خدا کو یکتا و لاشریک ہونے اور اس کے مصطفےٰ کو بے مثل ہونے کی توصیف کے بعد بہشتی چہرہ والے آفتابِ تحقیق اور جہان کو روشن کردینے والے خورشید کو اس طرح انوار و اضواء کی برسات کے ساتھ لاتا ہے کہ تمہارے سوال کے جواب اور روگردانی بڑھانے والی عرض اور خلاف پُر موافقت اور عتاب آلود نرمی سے کچھ پہلے فقیر حقیر نے اس زیرِ نظر مسئلہ کے متعلق سرائے سخن کے کناروں سے دو چمکتے ہوئے ستارے لائے ہیں، ایک کا شمس وضحٰہا اور دوسرا کا لقمر اذا تلٰہا، جو شخص صحتمند آنکھ اور قابلِ نورِ علم دل رکھتا ہے، اس کی بصارت و بصیرت کو ان ستاروں کی کاشفِ ظلمات تجلیات سے اچھی طرح کامیابیاں مہیا و مبارک ہوں۔

نئے پیاروں نے جو تازہ طرح ڈالی اور نیا راستہ اختیار کیا، اگر ہم بھی ان کے ساتھ بطورِ جیسے کو تیسا (ترکی بہ ترکی) مقابلہ کریں تو اے خدا! نکتہ داں عقلمندوں اور باریک بین بالغ نظروں کے دل پر بلا احساسِ تلخی انصاف!

قولہٗ: لوگ کہتے ہیں الخ

اقول: لوگوں سے مراد ائمۂ دین ہیں یا عوامِ مقلّدین؟ اگر ائمۂ دین مراد ہیں تو پھر یہ خلافِ مقصود کی طرف آنا اور لباسِ شیر میں نقدِ انس طلب کرنا ہے، کیا ائمۂ کرام کا ارشاد ناکافی ہے کہ دوسری دلیل طلب کرتے ہو یا ائمۂ دین کا یہ راستہ مطلوب تک نہیں پہنچتا، اس لئے علیحدہ پگڈنڈیوں پر بھٹکتے پھرتے ہو؟

میں گمان کرتا ہوں بلکہ درست گمان کرتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ توجّہ کا رُخ تحریرِ ثانی کے مقدّمۂ ثالثہ کی طرف ہی پھیرنا ہوگا اور تمہارے اس وسوسہ کا وہی جوابِ شافی و علاج کافی ہوگا۔

آخر خداوندِ تعالیٰ نے حضرات عالی شان کو امامت کے تختوں اور سرداری کی

سندوں پر مقام عطا نہ فرمایا اور الخراج بالضمان[1] کے فیصلہ کے مطابق فلمتبعوا یا ولی الابصار کے چوغوں کا بوجھ برداشت کرنا ان کے ذمۂ ہمت پر نہ رکھا؟ اور ہم نادیدہ رو کی کمزوری کو اور کم علمی کے ہاتھ گروی شدگان کو نہ دیکھا اور بہ مقتضائے ان مع العسر یسرا اور ما جعل علیکم فی الدین من حرج نعمتِ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون. کا غانچہ نہ چنا؟

دوستو! بہت ہی خوش نصیب ہے وہ جس نے بہ تقاضائے ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ[2]، اس روح فزا فرمان کو قبول کیا اور چون وچرا کے چکر سے خلاص ہوا؟ اور بہت بدبخت ہے وہ جس نے اما ھٰذا افقد اعرض فاعرض اللہ عنہ[3] کی ناکامی کے سبب اپنے اوپر کام مشکل کرلیا اور اندازۂ گودڑی سے پاؤں باہر کھینچ لئے ع

آفتاب اندر میاں آنگہ کہ میجوید سُہا (آفتاب موجود ہو تو سہا کو کون تلاش کرتا ہے)

(فائدہ) بنات النعش میں ایک باریک ستارہ ہے جس کو سُہا کہتے ہیں۔

اور دوسری شق پر (بصورت عوام مقلدین) پناہ بخدا! کیا سیدنا عبداللہ بن عباس، حضرت ذکوان تابعی، عبداللہ بن مبارک، امام ابن الجوزی، ابن سبع، حافظ رزین محدث، علامہ جلال الدین سیوطی، قاضی عیاض، امام احمد قسطلانی، علامہ زرقانی، علامہ خفاجی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کو معاذاللہ عوام میں شمار کرتے ہیں یا اُن کے نگینہ ہائے نصوص کو زنگِ اغلاط سے مصفّٰی ومبرا گمان نہیں کرتے ان ھٰذا الشیئ عجاب۔

قولہٗ: جیسا کہ تمام اجسامِ کثیفہ ولطیفہ کے لئے ہوتا ہے۔

اقول: اِس کلیتِ مطلقہ اور احاطۂ مستغرقہ پر ناز کہ اِس اطلاقِ کو سنگِ کثافت پر ہی بند نہ رکھا، حدِ لطافت تک کھینچ ڈالا، شاید وہ دوست سایہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں؛

اے ناز ونعمت میں پلے ہوئے مخاطب! شاید تمہیں معلوم ہے، سایہ کیا شے ہے؟ سورج چمکنے لگا، ہر جگہ نور کی چادر بچھادی، درمیانی اجسام رکاوٹ بنے اور روشنی کے آگے پردہ لٹکادیا، پردگی نور سے مہجور ہوگئی، ہوائے متوسطہ نے بسبب مقابلہ وشدت قابلیت

---

[1] ابو عیسیٰ ترمذی، ترمذی شریف، ص ۲۰۵ [2] مسلم بن حجاج: مسلم شریف، ۱۲، ص ۲۴۱ [3] محمد بن اسمٰعیل بخاری، بخاری شریف ۱۲ ص ۱۶

روشنی سے کافی حصہ لیا اور اس محروم کو بھی روشنی کا کچھ حصہ عطا کیا۔

اس دوسری روشنی کو ظل کہتے ہیں اور خوب ظاہر کہ یہ معنٰے بے پردہ اور پردہ بلا منعِ نفوذ اور منعِ نفوذ کثافت کے سوا ناممکن ہے۔ ہائے زیادتی! اگر یہ اطلاق درست ہو تو زمین کا روشن ہونا محال ہو جائے۔ اس لئے کہ سورج اور زمین کے درمیان جسمِ آسمان حائل ہے بلکہ تمہارے دعوٰی سے ہی تمہارے مدعٰی کی نقیض لازم آتی ہے کہ جب آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہٰذا روئے زمین سے آسمان تک کسی جسم کا سایہ نہ ہو والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ اور چونکہ جو چیزیں نظر آتی ہیں وہی پردہ بنتی ہیں اس لئے مرئی ہونے کی قید لگانا، باوجودیکہ بعد از اعتراض ہے صرف ہوا اور آگ جیسی اشیاء میں جاری ہے' بہر حال آسمان کا غیر مرئی ہونا ہم نہیں مانتے، ہم کیونکر عینی شہادت اور ظاہر نصوص سے روگردانی کریں، ہم اہلِ اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کرۂ ہوا و بخار سے کیا کام؟ اور ایسے بے سروپا دعاوی کی قرآن وحدیث کے ظاہر مفہومات کے سامنے کیا قیمت اور کیسی وقعت؟

قال اللہ تعالیٰ انا زینا السماء الدنیا بمصابیح اور معلوم ہے کہ اس قسم کی زینت وعیب مبصرات کے سوا کسی چیز پر صادق نہیں، مثلاً کوئی کیسا ہی مرد زرق برق لباس پہن کر سنہری کمر بند باندھے، ہوا میں کھڑا ہو جائے تو ہوا کے لئے وہ زینت نہیں کہلاتا اور اگر کوئی منگتا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ ہوا کے لئے عیب نہیں کہلاتا (کیونکہ ہوا مبصر نہیں) بلکہ اگر بغور دیکھیں تو اجسامِ کثیفہ میں بھی عموم نہیں کیونکہ حاجب بننے اور کثیف ہونے میں عموم وخصوص مطلق ہے چنانچہ جسمِ مثلث کا سایہ نہیں ہوتا خواہ کتنا ہی کثیف ہو نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، آیۂ کریمہ انطلقوا الیٰ ظل ذی ثلٰث شعب لا ظلیل ولا یغنی من اللهب ۔ میں مفسرین کرام نے اسی معنے کی طرف لطیف اشارہ بیان فرمایا ہے

کما استنبطہ الامام العلامۃ السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل

اللّٰھم ! شاید انہوں نے رات کو دیکھا ہوگا کہ شعلۂ شمع سے سایہ پیدا ہوتا ہے باوجودیکہ آگ جسم لطیف ہے اور اس سایہ کو آگ کا سایہ سمجھ کر بحکم عدم فارق (بین الاجسام اللطیفہ) دامنِ اطلاق پر ہاتھ مارا اور حکمِ کلی لگا دیا اور اصل حقیقت نہ سمجھ سکے کہ یہ نظر آنیوالا سایہ، سایۂ دخان ہے، آگ کا سایہ نہیں۔

قولہٗ : کبھی ابتدائے آفرینش سے الخ

اقول : یہی صحیح ہے اور ہمارے لئے اطلاقِ دلائل دلیل کافی ہے، جو شخص تخصیص کرتا ہے وہ مدعی ہے اور بارِ ثبوت اس کی گردن پر، شاید نفس الامر کے خلاف قوتِ وہمیہ کی مدد سے ان کے آئینۂ تخیل میں یہ بات آئی ہوگی کہ اس مطالبۂ تخصیص سے نافیانِ ظل کیلئے اثباتِ نفی میں بہت مشکلات پیش آئیں گی کیونکہ دائمہ کا اثبات مطلقہ عامہ کے اثبات سے بہت زیادہ مشکل ہے مگر وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ سامع کا ذہن ایسے مقامات میں سلبِ غیر مؤقت سے سلبِ دوامی چھوڑ کر کسی بھی اور شے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کا خلاف، جو خلافِ ظاہر ہے، وہی محتاجِ دلیل ہے۔

اور (آپ پر) بادلوں کے سایہ کو علماء نے اس لئے غیر دائمی فرمایا کہ صحابۂ کرام کا چادروں سے اور درختوں کا اپنی شاخیں جھکا کر سایہ کرنا سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سرِانور پر، احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اگر اس مسئلہ میں بھی کوئی معتمد حدیث گواہی دے تو اس وقت دوامِ سلب سے سلبِ دوام کی طرف عدول متصور و معقول ہوگا ورنہ معرضِ قبول سے کوسوں دور، اور اس کے ساتھ ہی نبیِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسمِ انور کی نورانیت بحمد اللہ قاطعِ وساوس وقامعِ ہواجس آئی ہے، وباللہ التوفیق۔

قولہٗ : یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو الخ

اقول : افسوس ! جس کو سورج نظر نہیں آتا، وہ انکار سے صبر و خاموشی اختیار کرتا، نہ یہ کہ اُلٹا

دیکھنے والوں پر شور و غل مچاتا یا ان کی بزم میں اگر نکتہ فروشی کرتا کیونکہ خاموشی میں سلامتی ہے اور جھوٹا آخر کار پریشان و ناکام ہوتا ہے، کیا ائمہ کرام کی تصانیف قابلِ اعتماد نہیں یا پھر چاند سورج کی جلوہ گاہ میں کوئی اور دیئے جلانا چاہتے ہو؟

قولہ: اہلِ سند و اسناد نے اس کو بسندِ صحیح الخ

اقول: کچھ دیر ٹھہریں کہ مطالبۂ صحت کے بارے اور صحتِ سند پر جو قلم کی ٹانگ توڑ دی، کے متعلق ہم بات کریں۔ شاید شذوذ و علت پر جرح و قدح کا راستہ بند ہو چکا ہے ورنہ برخلافِ مراد قیدِ اسناد کیسے گوارا ہوئی؟

قولہ: کتبِ صحاح و سنن میں جو مروج ہیں الخ

اقول: کاش تمہیں چند روز خدمتِ علماء کا موقع اور ان کے کلمات کا مطالعہ نصیب ہوتا اور ان کے کلام و مقاصد کے موارد و درجات میں تمیزِ مقام حاصل ہوتی۔ تحریرِ ثانی کا دوسرا مقدمہ بڑھا دیا، برباد نہ ہو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ صریح سنئے۔ حضرتِ امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ و الدین قدس سرہ العزیز کی جلالتِ شان اور رفعتِ مقام خصوصاً فنِ حدیث میں ایسی واضح ہے کہ ہر صبیِ غبی کی بھی جانی پہچانی ہے۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں ایک حدیث نقل کی کہ سیدنا امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس طرح روتے اور فضائل و خصائص بیان کرتے۔

امام ممدوح المقام (جلال الدین سیوطی) اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام، اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں، کتبِ حدیث میں اس حدیث کے بارے کوئی نشان نہیں ہے، البتہ صاحبِ اقتباس نے اور مدخل میں امام ابن الحاج نے اس کو مفصل ذکر فرمایا ہے اور اس قسم کے مقامات میں اس قدر سند کے ساتھ حدیث کافی ہے کہ یہاں حلال و حرام کا مسئلہ نہیں۔

علامہ خفاجی اس کو حضرت امام سیوطی سے نقل کر کے سندِ قبول و تقریر پر جگہ دیتے

ہیں حیث قال لقال السیوطی۔

عزیز! مرضِ تعصب سے تندرست چشمِ انصاف کھول اور عقیدہ درست کرکے ائمۂ دین کا پاکیزہ شیوہ دیکھ کہ ایسے مسالک میں کس طرح چلتے ہیں اور کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں، واضح طور پر کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق کتبِ حدیث میں نہ کوئی خبر ہے نہ نشان، پھر صرف بعض کے ذکر کرنے پر اعتماد و استناد جائز رکھتے ہیں اور حدیث کو پایۂ تکمیل سے ساقط گمان نہیں کرتے، شاید اپنی نکتہ دانی، ہشیاری و پرہیزگاری کا مقام ان ساداتِ کرام، قائدینِ عظام کی تدقیق و تحقیق اور بہترین احتیاط پر بڑھادیا کہ گفتگو نے اپنا دامن تمام کتبِ فن سے لپیٹ کر صحاح و حسنِ مروجہ کے دائرۂ تنگ میں بند کردیا فالی اللہ المشتکی۔

قولہ: اور جو اہلِ سیر و مغازی بیان کرتے ہیں الخ

اقول: غالباً عزیزوں کے کان ایسی باتوں سے تو آشنا ہوئے مگر ائمۂ عالیشان کے مکالمات اور جوابی کلمات سے کچھ رٹ سنا اور بے راہ گھوڑا دوڑادیا۔ کسی دانا بینا سے پوچھو، دراصل بات یہ ہے کہ قصہ گو واعظوں اور جاہل مؤرخوں نے مجمع بڑھانے اور فساد پھیلانے کے لئے اپنی کتابوں میں بے سروپا حکایات اور فتنہ انگیز افسانے درج کردئے، اصول شکنی اور منقولات کی خلاف ورزی سے کچھ خوف نہ کیا۔ کبھی اوریا کا افسانہ، زلیخا کی داستان، زہرہ کا قصہ اور شجرہ کا تذکرہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ معاذاللہ عصمتِ انبیاءِ کرام و دیگر معصومین کو عیب آلود کرتے ہیں اور کبھی جنگِ جمل کا حادثہ صفین کا واقعہ، صحابہ کرام کا اختلاف اور امہات المؤمنین کا باہمی مکالمہ ایسے طریقہ سے نمایاں کرتے ہیں کہ معاذاللہ ان نفوسِ قدسیہ کے مقام واجب الاحترام کی تنقیص کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، اسی وجہ سے ائمۂ دین جن کو اللہ تعالٰی نے سنن کی حمایت و نگرانی اور فساد و فتن کے محو و سرکوبی کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے، مقامِ تفصیل میں ان ناشائستہ اقوال کا ضعف و عیب ثابت کرتے ہیں اور محلِ اجمال میں اصول اور منقولاتِ صحیحہ کو مضبوط پکڑنے اور غیر ذمہ دار نکتہ چینوں کی من گھڑت

حکایات سے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں کہ دَعْ مَا يُرِيبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيبُكَ۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں بطور رزم روی و ارخائے عنان، خاموش کرانے کے لئے کافی ہے ورنہ تم اس مسئلہ کے متعلق کیا کہو گے جس کو نہ صرف ایسے لوگ ہی اکیلے بیان کر رہے ہیں بلکہ بہت سے طرق و اسانید سے مروی ہے، کئی اماموں نے تخریج فرمایا ہے اور سلفاً و خلفاً ناقدینِ فن نے تسلیم کیا ہے اور تصدیق فرمائی ہے اور اس پر نصوصِ کثیرہ سے واضح اور مضبوط دلیل قائم ہوئی۔

پھر مع ہٰذا خدا کی پناہ! کہ کتاب مواہب، شفاء، دلائل النبوہ، تحقیق النصرہ، خصائصِ خیضری، روض سہیلی، خلاصۃ الوفاء، خصائصِ کبریٰ، سیرتِ شامی، سیرتِ حلبی الیسی کتابیں و دیگر تصانیفِ ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ، اس قسم کی غیر معتبر کتابوں میں شمار ہوں اور محدثین کے نزدیک بے اعتماد و بے اعتبار ہوں۔

ان حضرات نے (اللہ ان کی کوشش کو سعیٔ مشکور اور جزاء کو جزائے کامل بنائے) کیسی عمریں تنقیح و تنقید اور تصحیح و تسدید میں گزار دیں اور کتنی بے شمار راتیں کتبِ سیرِ طیبہ کی تنظیف و ترصیف اور تالیف و تصنیف میں دودِ چراغ اور خونِ جگر نہ پیا، یہی حضرات گرامی شان ہیں جنہوں نے لا عبرۃ بما قال المؤرخون کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اگر مقصود اطلاق ہے جیسا کہ عزیزوں کا دل اسی کا مشتاق ہے یا رب!

پھر تو شاید ان کی ساری محنت برباد و ضائع گئی اور یہ تمام جانگداز کوششیں کوئی رنگ لائیں نہ کوئی عزت پا سکیں۔ پھر ان ائمۂ کرام کو کیا نظر آیا کہ یہ سارا وقت بے سود ضائع کر دیا اور اس بے فائدہ چیز کو اپنے اوقات کا ثمرہ اور حسنات کا نتیجہ شمار کر بیٹھے۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب تو نے رخِ محبوب دیکھا ہی نہیں، خوشبوئے حبیب پائی ہی نہیں تو حسنِ محبوب کے متعلق بیہودہ گوئی مت کر واللہ الہادی لقمع الفساد و قلع الفتن۔

قولہ: پس اہلِ علم کے لئے چاہئے کہ اس کا ثبوت از روئے سندِ صحیح الخ

اقول: تمہارے سوال کے جواب سے پہلے ہم چند سوال پیش کرتے ہیں، صاحبِ علم خود جواب دیں لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ۔ اور بے علم اہلِ علم سے استفادہ کریں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

سوال ۱: دو گواہوں کے سامنے زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا اور صحیح خلوت سے پہلے ہی اس کو چھوڑ دیا اور نصفِ مہر بھی نہیں دینا چاہتا، کہتا ہے کہ میرے نکاح کیلئے گواہ عادل چاہیے۔

۲: مطلع ابر آلود تھا ایک مرد نے روزہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی، صبح کے وقت زید ہاتھ میں حقہ منہ میں پان ڈال کر باہر آیا کہ مجھے ایک مرد کی گواہی کافی نہیں، دو مردوں کی شہادت چاہئے۔

۳: عمرو نے زید پر کچھ مال کا دعوے کر دیا اور دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت بھی کر دیا مگر زید کہتا ہے جب تک چار گواہ نہ ہوں میں قبول نہیں کرتا۔

۴: گواہوں نے وقف اور نکاح ایسے امور کے متعلق شنید پر گواہی دی، زید کہتا ہے مجھے عینی گواہ چاہئے۔

۵: زید کا بھائی بکر فوت ہو گیا، اس کی زوجہ مساۃ نازنین کے بطن سے اس کی ایک لڑکی مساۃ شیریں تھی، زید شیریں کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، نازنین نے کہا ظالم! خدا سے شرم کر یہ تیری بھتیجی ہے۔ زید کہتا ہے مجھے کیا علم کہ شیریں کا بدن میرے بھائی بکر کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، آخر دعوے کے لئے گواہ لازم ہیں اور یہاں کوئی گواہ نہیں، نازنین نے کہا تیرے بھائی کے بستر پر پیدا ہوئی ہے الولد للفراش اس نے کہا یہ خبرِ واحد ہے مجھے خبرِ متواتر چاہئے۔

۶: سعید نے باجماعت نماز ادا کی مگر زید نے اقتداء نہ کی اور یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا کہ اس امام نے صرف وضو کیا ہے، مجھے وہ امام چاہئے جو ہر حدث سے غسل کرے۔

۷ : مخصوص آیات کے خواص اور خاص سورتوں کے فضائل زید کو احادیثِ صحیحہ سے سنائے گئے کہ دیکھو یہ کیسا تر و تازہ چمنستان اور خوبصورت گلستان ہے، اس نے کہا ایک کانٹے برابر نہیں جب تک بخاری نہ لائے یا میں نہیں مانتا جب تک مسلم میں نہ پڑھ لوں۔

۸ : بطور حوالہ زید کو سند مالک عن نافع عن ابن عمر سنائی گئی۔ اس نے کہا میں سندِ معنعن پر اعتماد نہیں کرتا، سند متصل بہ سماع ہونی چاہیئے۔

۹ : زید کہتا ہے کہ فلاں ریاست کے مفتی کو مسائلِ شرعیہ میں فتوٰے دینے کی کس نے اجازت دی ہے؟ کہا گیا کہ بہت بڑے عالم ہیں، اس نے کہا لوگ ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں مگر فقیر نے اس بات کو کسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو اور اہلِ اسناد نے اس کو بسندِ صحیح بیان کیا ہو، نہیں دیکھا اور نہ صحاح و سننِ مروجہ میں کسی سے سنا اور جو کچھ تیرہویں صدی کے لوگ صرف زبانی دعوٰے کرتے ہیں، اس کا اعتماد جس طرح اہلِ حدیث کو ہے معلوم ہی ہے۔

۱۰ : مناقب و فضائل کے متعلق ہزاروں حدیثیں حسن و صالح زید کو سنائی گئیں، وہ شوخ چشم کہتا ہے کہ صحتِ اسناد کے سوا خرط القتاد ہے (یعنی بے سود اور نقصان دہ ہے۔)

ان دس صورتوں کے بارے میں علمائے کرام سے فتوٰے مطلوب کہ ان تمام صورتوں میں زید شرعِ مطہر کے نزدیک غلطی پر ہے یا نہیں اور اس کے مطالبات و مواخذات بے جا و فضول ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

فی الحال اگر علمائے کرام کی طرف سے حکم ملے کہ زید زیادتی کرتا ہے، شریعت پر تجاوز کرتا ہے، جوازِ نکاح کے لئے عدالتِ شہود ضروری نہیں، بادل ہوں تو ایک سے زیادہ گواہ لازم نہیں، مالی معاملہ میں دو سے زیادہ گواہوں کا مطالبہ درست نہیں، وقف و نکاح میں شہادتِ عینی کا لزوم بھی نہیں، فراش ثبوتِ نسب کے لئے کافی ہے اور حلال و حرام کے لئے آحاد کافی ہیں، ہر حدث سے غسل کیوں ضروری ہے؟ صرف صحیحین کی احادیث میں قبول بند نہیں، مالک و نافع تدلیس سے بری ہیں لہٰذا اُن کا

اسنادِ معنعن سماعِ جلی کا حکم رکھتا ہے، فلاں کے علم ثابت کرنے کے لئے حدیث نہیں آتی، مناقب و فضائل کے لئے حدیث صحیح کا موجود ہونا ضروری نہیں، پس او مردہ دل زید! یہ کیا مفت کا بکواس اور جوشِ جنونی کہ تو ہر جگہ بے ضرورت دلیل مانگتا ہے یا قدرِ مطلوب سے زیادہ طلب کرتا ہے۔ تیرے یہ تمام مطالبات اپنے ہی من گھڑت اور نامقبول ہیں اور مجیبِ مطالب تیری خواہشات کے مطابق جواب کی مشقت برداشت کرنے سے بے نیاز ہے۔

اے عزیز! اب اس جواب سے اپنے سوالوں کا جواب دریافت کر کہ یہ مطالبات انہی مطالبات کی مثل ہیں اور یہ ناگفتنی باتیں اور نالائقِ طلب مطالبے ایک دن تجھے زید کی جگہ بٹھائے گا۔

میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، سچ کہنا اور بہانہ نہ بنانا، کیا تم نے کتابوں میں دیکھا یا علماء سے سنا کہ ایسے وسیع تر مقامات میں حسن و صالح حدیث بے کار ہے اور صحت کے سوا کوئی چیز درکار نہیں؟ اور علمائے کرام کے منقولات کا کوئی درجہ و مقام نہیں؟ اور قبولِ ائمہ کچھ وزن نہیں رکھتا؟ ورنہ غیر لازم کا الزام اور یقینِ جازم کا رد، کیا مطلب؟ عجیب ذوق ہے کہ سب کو ٹھکرا دیا ہے

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اور یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ میں نے اتنی تفصیلی گفتگو اس لئے کی ہے کہ حدیث کو ضعیف جانتا ہوں بلکہ امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک کی تصانیف سے واقف نہیں ہوں ورنہ اس طرح گمان نہیں کہ مخالف خوش ہو۔

حضرتِ عبداللہ بن مبارک عظیم ترین اماموں اور تبع تابعین سے ہیں، ان کے اکثر مشائخ یہی تابعین و صحابہ ہیں یا تبع اور ان کے کوائف و حالات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی

اور جس طرح کہ تم خود جانتے ہو اس زمانہ میں عدالت غالب تھی، اسی وجہ سے ان کے استاد سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اصل عدالت کے قائل ہیں اور خود ناقدین نے تلقّی بالقبول کی ہے اور ان کا یہ تلقی بالقبول کا اقدام پوری دیانتداری اور کامل انشراحِ صدر کے ساتھ ہے، اندھی تقلید نہیں ہے۔

جانِ برادر! یہ جو تمام ائمہ کرام بیک زبان نفیِ ظل کی گواہی دیتے ہیں، اگر ان میں یا ان کے ہمسر ائمہ سے کوئی بات تو اپنے مزعومہ کے مطابق پاتا تو وہ کونسا شور ہے جو برپا نہ کرتا، کلہ آسمان پر چڑھاتا اور پھولا نہ سماتا، ہر ایک کے آگے آہ و زاری کرتا کہ ہائے یہ کیا ظلم ہے، ایسا امام نفیِ ظل کا قائل نہیں، نہ اس کو قبول کرتا ہے نہ اس کی طرف کان لگاتا ہے لہٰذا اس وقت ظلم تیری طرف سے ہے، خدا را انصاف کر اور تکبر کی ٹوپی سر سے اتار! کیوں ان ائمہ کرام کی راہ پر نہیں چلتا اور اتفاق سے دور کیوں بھاگتا ہے، حدیث مطلوب ہے تو حاضر، اگر نقول چاہئے تو نقول واضح ہیں، دلیل کی طلب ہے تو دلیل موجود لیکن اگر نقیض کی خواہش ہے تو وہ معدوم ہے، تو اب کونسا پتھر راستہ میں پڑا ہے، کیوں تسلیم کا مقام خالی دیکھتا ہوں، خلاف کا چہرہ خوش، انصاف کا چہرہ شرم وحیا سے زرد اور کاغذ کی پیشانی شرمناک باتوں سے سیاہ، خدا کی پناہ! لیکن قادرِ مطلق جل وعلا جس نے مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنے نورِ خاص سے پیدا فرمایا اور خورشیدِ درخشانندہ و بدرِ درخشندہ کو ان کی سرکار کا ادنیٰ گداگر بنایا، کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ ہمارے سروِ جانفزا کو بغیر سایہ کے پرورش فرماتے اور وہ شاخ گل جس کے ہر رگ و برگ پر ہزاروں چمنستان قربان ہوں، پاکیزگی کی نہر پر گلِ زمینِ لطافت سے، ہر قسم کی کثافت سے پاک پیدا ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ قدر حسنہ وجمالہ وجاھہ
وجلالہ وجودہ ونوالہ وعزہ وکمالہ ونعمہ وافضالہ
ورشدہ فی افعالہ وجھدہ فی اعمالہ وصدقہ فی اقوالہ وحسن

جمیع خصالہ و محمودیۃ فعالہ وعلینا معشر الملتثمین لنعالہ والمتعلقین باذیالہ امین الٰہ الحق امین۔

یہ چند سطریں جس طرح خدا نے چاہا، غم واندوہ کے اجتماع اور امراض وعوارض کے ازدحام کے باوجود دو جلسوں میں تحریر کی گئیں، دل چاہتا ہے کہ زلف سخن دوسری کنگھی سے سنواروں مگر کیا کروں اس اندھی بستی میں وطن سے دور ہوں، کتابیں پاس نہیں، یہاں سوائے شفا، نسیم الریاض، مطالع المسرات اور بعض کتب فقہ کے کوئی کتاب موجود نہیں ورنہ آنکھ والے دیکھتے ہو دیکھتے۔

فتاویٰ رضویہ کی جدید اشاعت کا عظیم منصوبہ

دینِ اسلام مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں آئے دن نئے پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ غیر مسلم مفکرین کا یہ تجسس فطری ہے کہ اسلام، نو پیدا مسائل کا حل کیا پیش کرتا ہے؟ مسلم دانشور اور محققین ہر دور میں ان مسائل کا حل پیش کرتے رہے ہیں اور آج بھی مصروفِ کوشش ہیں۔ الٰہیات، طبعیات، فلکیات کے مباحث اور اقتصادیات کے مسائل مثلاً بینکاری، انشورنس اور معاشی اصلاحات، اس کے علاوہ بین الاقوامی تعلقات، ہمیشہ محققین کو دعوتِ غور و فکر دیتے رہے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی پچاس علوم میں حیرت انگیز مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے آج سے تقریباً ایک صدی قبل فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں میں اسلامی اصولوں کے مطابق ان جدید مسائل کا حل پیش کر دیا تھا، لیکن ہم علمی دنیا کو فقہ اسلامی کے اس دائرۃ المعارف سے اس لیے متعارف نہ کرا سکے کہ اس کی پوری جلدیں طبع ہی نہیں ہوئی تھیں۔

پھر چونکہ یہ فتاویٰ بنیادی طور پر اردو میں تھا اس لیے علمائے عرب اس سے مستفید نہیں ہو سکے، اُردو خواں طبقہ بھی پوری طرح اس سے استفادہ حاصل نہ کر سکا کیونکہ امام احمد رضا بریلوی کا روئے سخن علماء کی طرف ہے جو عربی اقتباسات کا مطلب سمجھ سکتے ہیں، نیز اس دور کے طریقے کے مطابق حوالہ دیتے وقت کتاب کی جلد اور صفحہ کی نشاندہی اور پیرابندی کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ آج جب کہ فتاویٰ کی اکثر جلدیں چھپ گئی ہیں، بڑی شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جا

(۲) ترمیم کہ

۔ ٥ وہ فتاویٰ جن کا زیادہ تر حصہ عربی میں ہے ان کے باقی حصے کا بھی عربی میں ترجمہ کر دیا جائے، پھر اسے ٹائپ پر شائع کر کے عرب دنیا میں پیش کیا جائے۔

۔ ٥ جن فتاویٰ میں صرف عربی حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے، یا خاص علمی تحقیقات کو عربی میں پیش کیا گیا ہے، ان کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔

۔ ٥ جدید اندازِ طباعت کے مطابق نئی پیرا بندی کی جائے۔

۔ ٥ درمیانے سائز پر نئی کتابت کرائی جائے اور حجم بھی مناسب رکھا جائے، اگرچہ جلدوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے۔

۔ ٥ نیز مختصر رسائل جو کسی جلد میں شامل نہیں ہیں انہیں بھی مناسب مقامات پر شامل کیا جائے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں دو سال سے محقق علماء کی ایک جماعت، فتاویٰ رضویہ کے حوالجات کی تخریج پر کام کر رہی ہے اور بحمدہٖ تعالےٰ پہلی چار جلدوں کے حوالجات کی نشاندہی کی جا چکی ہے، ظاہر ہے کہ اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے کثیر سرمائے کی ضرورت ہے اور جامعہ کے اخراجات پہلے ہی اتنے زیادہ ہیں کہ مزید اخراجات کی گنجائش نہیں۔

مارچ ۱۹۸۸ء میں مولانا نثار احمد بیگ، مقیم مانچسٹر، جامعہ میں تشریف لائے انہیں جب اس صورتِ حال کا پتا چلا تو انہوں نے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہٗ کو انگلینڈ کے مطالعاتی دورے کی دعوت دی جسے مفتی صاحب نے قبول کر لیا، وہاں علماءِ اہلِ سنت بڑی تعداد میں مقیم ہیں، ان میں سے کچھ تو مفتی صاحب کے شاگرد ہیں اور باقی مخلص احباب میں سے ہیں، جب انہیں فتاویٰ رضویہ کی جدید اشاعت کے منصوبے کا علم ہوا تو انہوں نے

دارالعلوم کراس کی تائید کی اور اس سلسلے میں مالی تعاون بھی کیا۔

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا سید عبدالقادر شاہ اور مولانا پیر محمد معروف حسین نوشاہی نے نہ صرف ذاتی طور پر بلکہ اپنے حلقۂ احباب و مریدین کی طرف سے بھی تعاون کیا، مولانا محمد بشیر احمد سیالوی، مولانا محمد سلیمان مولانا قمرالزمان اعظمی، مولانا ریاض احمد صمدانی، مولانا صاحبزادہ حبیب الرحمٰن قادری، مولانا سید زاہد حسین، مولانا حافظ فضل احمد، مولانا خواجہ محمد بشیر، مولانا عبدالعزیز چشتی، مولانا عبدالغفور، مولانا خادم حسین، مولانا محمد الیاس قادری، مولانا محمد سعید، مولانا قاری عبدالرحیم، مولانا قاری غلام سرور، مولانا عبدالعزیز اور دیگر مخلصین اہلِ سنّت نے بھرپور تعاون کیا۔ اللہ تعالےٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

عظیم اشاعتی منصوبہ

اس عظیم اشاعتی منصوبے کو صرف چند افراد پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے، اس لیے مسلک اہلِ سنّت سے دلی تعلق رکھنے والے ہر فرد کو اس منصوبے میں شامل ہونا چاہیے۔

اس کی آسان صورت یہ ہے کہ آپ دو سو روپے ادا کر کے ہمیشہ کے لیے رضا فاؤنڈیشن کے ممبر بن جائیں، ہر نئی شائع ہونے والی کتاب آپ کو خصوصی رعایتی نرخ پر بذریعہ وی پی پہنچتی رہے گی اور فاؤنڈیشن کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس چندے سے فنڈ جمع ہو جائیگا اور دوسرا فائدہ یہ کہ خریدار تلاش نہیں کرنے پڑیں گے۔ کتاب شائع کی اور پوسٹ کر دی۔ اسطرح یہ پروگرام جلدی آگے بڑھ سکے گا۔

رضا فاؤنڈیشن۔ جامعہ نظامیہ رضویہ۔ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان

تذکرہ محدثِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

محدثِ اعظم پاکستان جن کی فعال اور ہمہ گیر شخصیت نے ہر پہلو انقلاب برپا کیا۔ جن کا علم وفضل، محدثین، مفسرین، فقہاء اور علماء معقول کے لیے سرمایۂ افتخار تھا۔ جن کے تقویٰ اور اخلاص نے مشائخ طریقت اور اہلِ دل صوفیہ کو متاثر کیا۔ جن کے اندازِ تبلیغ نے مبلغین، واعظین اور خطباء کو صحیح سمت راہنمائی کی۔ جن کی سرپرستی نے تصنیف و اشاعت سے تعلق رکھنے والے افراد اور اداروں کو نیا حوصلہ بخشا۔ جن کی تربیت نے دینی مدارس کے منتظمین کو خلوص اور محنت کا جذبہ عطا کیا۔ جن کی تدریس نے محقق علماء، مناظرین اور اساتذہ تیار کیے اور انہیں ایثار و قربانی کا پیکر بنا دیا۔ جن کی تحریک سے اَن گنت مساجد، مدارس، کتب خانے اور اشاعتی ادارے معرضِ وجود میں آئے اور آباد ہوئے۔ جن کی جہدِ مسلسل نے دو قومی نظریے اور تحریکِ پاکستان کی آبیاری کی۔ اور جن کی کیمیا اثر نگاہ سے لاکھوں قلوب عشقِ مصطفےٰ کے انوار سے جگمگا اٹھے۔

اس عظیم انقلابی اور عبقری شخصیت کے احوال و آثار، دینی، تبلیغی، علمی اور سیاسی خدمات کو مولانا علامہ محمد جلال الدین قادری مدظلہ (کھاریاں، گجرات) نے بڑی جانفشانی اور دیدہ ریزی سے تاریخ کے صفحات میں محفوظ کر دیا ہے حضرت محدث اعظم کی حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو پر پہلی بار اتنی معلومات کتابی صورت میں یکجا کی گئی ہیں اور وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ان پر اضافہ مشکل ہی سے کیا جا سکے گا۔

تقریباً بارہ سو صفحات پر مشتمل یہ عظیم شاہکار دو جلدوں میں شائع ہو گیا ہے۔ کتابت عمدہ، طباعت معیاری، سنہری ڈائی دار جلد، قیمت دو سو تیس روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پوسٹ کوڈ نمبر ۱۲۲۵۰